﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم﴾ ﴿......اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآء﴾(آل عمران:۷۴) ﴿......عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (بنی اسرائیل:۸۰)

ہفت روزہ

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :— نصیر احمد قمر

جلد15 | جمعۃ المبارک04/جنوری2008ء | 25ذوالحجہ1428ہجری قمری ❁ 04/صلح 1387 ہجری شمسی | شمارہ01

مشورہ رُشد کے ساتھ دیا جائے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:
’’جس سے اس کے مسلمان بھائی نے کوئی مشورہ طلب کیا اور اس نے بغیر رُشد کے مشورہ دیا (یعنی بغیر غور و خوض اور عقل استعمال کئے مشورہ دیا) تو اس نے اس سے خیانت کی‘‘۔

(الأدب المفرد۔از حضرت امام بخاریؒ)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام﴾

آریہ صاحبوں نے شریعت کے دونوں پہلوؤں میں سخت غلطی کھائی ہے یعنی پرمیشر کی نسبت یہ عقیدہ کہ وہ مبدأ تمام مخلوق کا نہیں اور ذرّہ ذرّہ عالم کا اَنادی ہے۔ دوسرا پہلو مخلوق کے متعلق تناسخ کا عقیدہ ہے یعنی بار بار روحوں کا طرح طرح کی جونوں میں پڑ کر دنیا میں آنا۔

’’اب ہم آریہ مذہب پر مختصر طور سے نظر کرتے ہیں کہ گناہ سے بچنے کے لئے ان کے مذہب میں کیا سامان پیش کیا گیا ہے۔ پس واضح ہو کہ آریہ صاحبوں کی وید مقدس نے سرے سے آئندہ زمانہ کے لئے خدا تعالیٰ کے مکالمہ اور مخاطبہ اور آسمانی نشانوں سے انکار کر دیا ہے۔ پس وید میں اس کامل تسلّی کو ڈھونڈنا کہ کسی کو خدا کے اَنَاالموجود ہونے کی آواز آوے اور خدا دُعاؤں کو سُن کر اس کا جواب دیوے اور نشانوں کے ذریعہ سے اپنا چہرہ دکھلاوے ایک عبث کوشش اور لاحاصل تلاش ہے بلکہ ان کے نزدیک یہ تمام امر محالات میں سے ہیں۔ لیکن صاف ظاہر ہے کہ کسی چیز کا خوف یا محبت بغیر اس کی رؤیت اور کامل معرفت کے ممکن ہی نہیں اور صرف مصنوعات پر نظر ڈالنے سے کامل معرفت ہو نہیں سکتی۔ اسی وجہ سے محض عقل کے پیروؤں میں ہزاروں دہریہ اور ناستک مت والے بھی موجود ہیں۔ بلکہ جو لوگ فلسفہ کے پورے کمال تک پہنچتے ہیں وہی ہیں جن کو پورے دہریہ کہنا چاہئے، اور ابھی ہم بیان کر چکے ہیں کہ عقل سلیم زیادہ سے زیادہ صرف اس حد تک کام دے سکتی ہے کہ مصنوعات پر نظر ڈالنے سے بشرطیکہ دہریہ پن کا رنگ اپنے اندر نہ رکھتی ہو یہ تجویز کر سکتی ہے کہ اِن چیزوں کا کوئی خالق ہونا چاہئے۔ نہ یہ کہ وہ خالق فی الواقعہ موجود بھی ہے۔ اور پھر عقل ہی اس وہم میں گرفتار ہو سکتی ہے کہ ممکن ہے کہ یہ سب کارخانہ خود بخود چلا آتا ہو اور طبعی طور پر بعض چیزیں بعض کی خالق ہوں۔ پس عقل اس یقین کامل تک نہیں پہنچا سکتی جس کا نام معرفت تامہ ہے، جو قائم مقام دیدارِ الٰہی ہے اور جس سے کامل طور پر خوف اور محبت پیدا ہوتے ہیں اور پھر خوف اور محبت کی آگ سے ہر ایک قسم کا گناہ جل جاتا ہے اور نفسانی جذبات پر موت آجاتی ہے اور ایک نورانی تبدیلی پیدا ہو کر تمام اندرونی کمزوریاں اور گناہ کی غلاظتیں دُور ہو جاتی ہیں۔

لیکن چونکہ اکثر انسانوں کو اس کامل پاکیزگی کی پَرواہ نہیں ہے جو گناہ کے داغ سے بالکل مبرّا کرتی ہے اس لئے اکثر لوگ اس ضرورت کو محسوس کر کے اُس کی تلاش میں نہیں لگ جاتے بلکہ اُلٹے تعصب سے پُر ہو کر مخالفت ظاہر کرتے ہیں اور لڑنے کے لئے آمادہ ہو جاتے ہیں۔ اور آریہ صاحبوں کا مسلک تو بہت ہی قابلِ افسوس ہے کہ وہ معرفت تامہ کے حقیقی وسیلہ سے تو قطعاً نومید ہیں اور عقلی وسائل بھی اُن کے ہاتھ میں نہیں رہے۔ کیونکہ جب کہ اُن کے نزدیک ذرّہ ذرّہ عالم کا انادی ہے جو خود بخود ہے اور کسی کے ہاتھ سے وجود پذیر نہیں ہوا اور تمام ارواح بھی مع اپنی تمام قوتوں کے انادی ہیں جن کا کوئی پیدا کرنے والا نہیں تو اُن کے ہاتھ میں پرمیشر کی ہستی پر کونسی دلیل باقی رہی؟ اور اگر کہیں کہ ذراتِ عالم کا باہم جوڑنا اور رُوحوں کا ان میں داخل کرنا یہ پرمیشر کا کام ہے اور یہی اُس کی ہستی پر دلیل ہے تو یہ خیال نادرست ہوگا۔ کیونکہ جس حالت میں ارواح اور ذرّات خود بخود ایسے شکتی مان ہیں کہ قدیم سے اپنے وجود کو آپ سنبھالے ہوئے ہیں اور اپنے وجود کے آپ ہی خدا ہیں تو کیا وہ خود بخود باہم اتصال یا انفصال نہیں کر سکتے؟ اس بات کو کوئی قبول نہیں کرے گا کہ باوجود اس کے کہ تمام ذرّات یعنی پرمانو اپنی ہستی اور وجود میں کسی دوسرے کے محتاج نہیں اور باوجود اس کے کہ تمام ارواح یعنی جیو اپنی ہستی اور وجود میں اور اپنے تمام قویٰ میں کسی دوسرے کے محتاج نہیں مگر پھر بھی اپنے اتصال اور انفصال میں کسی دوسرے کے محتاج ہیں یہ ایک ایسا عقیدہ ہے کہ جو ناستک مت والوں کے لئے ایک مفت کا شکار ہے اور اس سے ایک آریہ بہت جلد ناستک مت میں داخل ہو سکتا ہے اور ایک چالاک دہریہ ہنسی ہنسی میں اس کو اپنے پیچ میں لا سکتا ہے۔ مجھے بہت افسوس ہے اور رحم بھی آتا ہے کہ آریہ صاحبوں نے شریعت کے دونوں پہلوؤں میں سخت غلطی کھائی ہے یعنی پرمیشر کی نسبت یہ عقیدہ قائم کیا ہے کہ وہ مبدأ تمام مخلوق کا نہیں اور نہ سرچشمہ تمام فیوض کا ہے بلکہ ذرّات اور ان کی تمام قوتیں اور ارواح اور ان کی تمام قوتیں خود بخود ہیں۔ اور اُن کی فطرتیں اس کے فیوض سے محروم ہیں۔ پھر خود سوچ لیں کہ پرمیشر کی کیا ضرورت ہے اور کیوں وہ مستحق پرستش ہے اور کس وجہ سے وہ سرب شکتی مان کہلاتا ہے اور کس راہ سے اور کس طریق سے وہ شناخت کیا گیا ہے۔ کیا کوئی اس کا جواب دے سکتا ہے؟ کاش ہماری ہمدردی کسی دل میں اثر کرے۔ کاش کوئی شخص گوشۂ تنہائی میں بیٹھے اور اِن باتوں میں فکر کرے۔ اے قادر خدا! اس قوم پر بھی رحم کر جو ہمارے پُرانے ہمسایہ ہیں۔ اُن میں سے بہت سے دل حق کی طرف پھیر دے کہ تجھے سب قدرت ہے۔ آمین۔ یہ پہلو تو پرمیشر کے متعلق ہے جس میں اس قدر اُس خالق بیچون کی حق تلفی ہے۔ اور دوسرا پہلو جو آریہ مت مخلوق کے متعلق پیش کرتا ہے۔ اُن میں سے ایک تو تناسخ ہے۔ یعنی بار بار رُوحوں کا طرح طرح کی جونوں میں پڑ کر دنیا میں آنا۔ اس عقیدہ میں سب سے پہلے یہ امر عجیب اور حیرت انگیز ہے کہ باوجود دعویٰ عقل کے یہ خیال کیا گیا ہے کہ پرمیشر اس قدر سخت دل ہے کہ ایک گناہ کے عوض میں کروڑ ہا برس تک بلکہ کروڑ ہا اربوں تک سزا دیئے جاتا ہے حالانکہ جانتا ہے کہ اُس کے پیدا کردہ نہیں ہیں اور اُن پر اس کا کوئی بھی حق نہیں ہے بجز اس کے کہ بار بار جونوں کے چکر میں ڈال کر دُکھ میں ڈالے۔ پھر کیوں انسانی گورنمنٹ کی طرح صرف چند سال کی سزا نہیں دیتا؟ ظاہر ہے کہ لمبی سزا کے لئے یہ شرط ہے کہ سزا یافتوں پر کوئی لمبا حق بھی ہو مگر جس حالت میں تمام ذرّات اور ارواح خود بخود ہیں کچھ بھی اُس کا اُن پر احسان نہیں بجز اس کے کہ سزا کی غرض سے طرح طرح کی جونوں میں اُن کو ڈالے۔ پھر وہ کس حق پر لمبی سزا دیتا ہے۔ دیکھو اسلام میں باوجود یکہ خدا فرماتا ہے کہ ہر ایک ذرّہ اور ہر ایک رُوح کا مَیں ہی خالق ہوں اور تمام قوتیں ان کی میرے ہی فیض سے ہیں اور میرے ہی ہاتھ سے پیدا ہوئے ہیں اور میرے ہی سہارے سے جیتے ہیں۔ پھر بھی وہ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ اِلَّا مَاشَآءَ رَبُّکَ اِنَّ رَبَّکَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ (ھود:108)۔ یعنی دوزخی دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے لیکن نہ وہ ہمیشگی جو خدا کو ہے بلکہ دُور دراز مدّت کے لحاظ سے۔ پھر خدا کی رحمت دستگیر ہوگی کیونکہ وہ قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اور اس آیت کی تشریح میں ہمارے سیّد و مولیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث بھی ہے۔ اور وہ یہ ہے: يَأْتِيْ عَلٰى جَهَنَّمَ زَمَانٌ لَيْسَ فِيْهَا اَحَدٌ وَنَسِيْمُ الصَّبَا تُحَرِّکُ اَبْوَابَهَا۔ یعنی جہنم پر ایک وہ زمانہ آئے گا کہ اُس میں کوئی بھی نہ ہوگا۔ اور نسیم صبا اُس کے کواڑوں کو ہلائے گی۔ لیکن افسوس کہ یہ قومیں خدا تعالیٰ کو ایک ایسا چڑچڑا اور کینہ ور قرار دیتی ہیں کہ کبھی بھی اُس کا غصّہ فرو نہیں ہوتا اور بیشمار اربوں تک جونوں میں ڈال کر پھر بھی گناہ معاف نہیں کرتا۔ اور یہ اعتراض صرف آریہ صاحبوں پر نہیں حضرات مسیحیوں کا بھی پھر یہی عقیدہ ہے کہ وہ ایک گناہ کے لئے ابدی جہنم تجویز کرتے ہیں جس کا کبھی انتہا نہیں۔ اور ساتھ ہی یہ بھی عقیدہ ہے کہ خدا ہر ایک چیز کا خالق ہے۔ پھر جس حالت میں خدا تعالیٰ ارواحِ انسانی اور اُن کی تمام قوتوں کا خود خالق ہے اور اُس نے آپ ہی بعض طبائع میں ایسی کمزوریاں رکھ دی ہیں کہ وہ مرتکب گناہ کی ہو جاتی ہیں۔ اور ایک گھڑی کی طرح صرف اُس حد تک چلتی ہیں جو اُس حقیقی گھڑی ساز نے اُن کے لئے مقرر کر دی ہے تو پھر وہ ضرور کسی قدر رحم کے لائق ہیں۔ کیونکہ اُن کے قصور اور کمزوریاں فقط اپنی طرف سے نہیں بلکہ اُس خالق کا بھی اُن میں بہت سا دخل ہے جس نے ان کو کمزور بنایا۔ اور یہ کیسا انصاف ہے کہ اُس نے اپنے بیٹے کو سزا دینے کیلئے صرف تین دن مقرر کئے مگر دوسرے لوگوں کی سزا کا حکم ابدی ٹھہرایا جس کا کبھی بھی انتہا نہیں اور چاہا کہ وہ ہمیشہ اور ابد تک دوزخ کے تنور میں جلتے رہیں۔ کیا رحیم کریم خدا کو ایسا کرنا مناسب تھا؟ بلکہ چاہئے تو یہ تھا کہ اپنے بیٹے کو زیادہ سزا دیتا کیونکہ وہ بوجہ خدائی قوتوں کے زیادہ سزا کا متحمل ہو سکتا تھا۔ خدا کا بیٹا جو ہوا۔ اُس کی طاقت کے ساتھ دوسروں کی طاقت کب برابر ہو سکتی ہے جو غریب اور عاجز مخلوق ہیں‘‘۔ (’’لیکچر لاہور‘‘۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 167تا171)

شیخوپورہ (پاکستان) میں ایک مخلص احمدی نوجوان مکرم ہمایوں وقار صاحب کی شہادت

شیخوپورہ شہر کے ایک احمدی نوجوان مکرم ہمایوں وقار صاحب ابن مکرم سعید احمد صاحب کو محض مذہبی منافرت کی بنا پر 7 ردسمبر 2007ء کو فائرنگ کرکے شہید کردیا گیا۔ وقوعہ کے وقت مرحوم اپنی گارمنٹس کی دکان پر تھے کہ حملہ آور نے آکر خریداری کا عندیہ ظاہر کیا مگر بغیر خریداری کے واپس چلا گیا۔ چند منٹ کے بعد وہ دوبارہ آیا اور پستول سے آپ پر فائر کئے۔ حملہ آور فرار ہوگیا۔ مکرم ہمایوں وقار صاحب کو ہسپتال لے جایا گیا مگر آدھ گھنٹے کے بعد آپ کی وفات ہوگئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

شہید مرحوم انتہائی نیک سیرت اور مخلص خادم تھے۔ ان کو کسی سے ذاتی دشمنی یا خاندانی عداوت نہ تھی۔ چند ماہ سے مرحوم کو بعض مذہبی انتہا پسندوں کی طرف سے دھمکیاں مل رہی تھیں۔ وقوعہ کی ایف آئی آر درج ہوچکی ہے مگر تا حال کوئی گرفتاری عمل میں نہیں آئی۔

مکرم ہمایوں وقار صاحب کے والد مکرم سعید احمد صاحب واپڈا سے ریٹائرڈ ہیں۔ ان کے دادا مکرم نور محمد صاحب خوشنویس تھے جنہیں تفسیر کبیر کی کتابت کرنے کا شرف حاصل تھا۔ مکرم ہمایوں وقار صاحب مجلس خدام الاحمدیہ کے ناظم تربیت نومبایعین تھے۔ نیک شہرت اور دینی لگاؤ رکھنے والے نوجوان تھے۔

دوران سال مذہبی منافرت کی بنا پر پاکستان میں کسی احمدی کی شہادت کا یہ پانچواں واقعہ ہے۔ کچھ عرصہ قبل کراچی کے دو احمدی ڈاکٹروں کو بھی محض احمدی ہونے کی بنا پر شہید کیا گیا تھا۔

1982ء سے اب تک 88 احمدی احباب اس مذہبی انتہا پسندی اور تعصب کی بھینٹ چڑھ چکے ہیں۔

یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ پاکستان بھر میں مختلف انداز سے احمدیوں کے خلاف نفرت اور تعصب پھیلا کر عوام کو مشتعل کرکے انتہائی اقدامات کی ترغیب دی جاتی ہے جس کی وجہ سے ایسے افسوسناک واقعات رونما ہوتے ہیں۔

احباب جماعت سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ شہید مرحوم کے درجات اعلیٰ علیین میں بلند فرمائے اور تمام لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ ظالموں کو ان کے ظلم کی پاداش میں عبرتناک سزا دے اور معصوم احمدیوں کے نفوس و اموال کی حفاظت فرمائے۔

خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی 2008ء کے لئے
دعاؤں اور عبادات کا روحانی پروگرام

1۔ ہر ماہ ایک نفلی روزہ رکھا جائے۔ جس کے لئے ہر قصبہ، شہر یا محلّہ میں مہینہ کے آخری ہفتہ میں کوئی ایک دن مقامی طور پر مقرر کرلیا جائے۔

2۔ دو نفل روزانہ ادا کئے جائیں جو نماز عشاء کے بعد سے لے کر فجر سے پہلے تک یا نماز ظہر کے بعد ادا کئے جائیں۔

3۔ سورۃ فاتحہ روزانہ کم از کم سات مرتبہ پڑھیں۔

4۔ رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ (البقرۃ 251)

(ترجمہ): اے ہمارے رب! ہم پر صبر نازل کر اور ہمارے قدموں کو ثبات بخش اور کافر قوم کے خلاف ہماری مدد کر۔

(روزانہ کم از کم 11 مرتبہ پڑھیں)

5۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً۔ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ۔

(آل عمران: 9)

(ترجمہ) : اے ہمارے ربّ! ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ ہونے دے بعد اس کے کہ تو ہمیں ہدایت دے چکا ہو۔ اور ہمیں اپنی طرف سے رحمت عطا کر۔ یقیناً تو ہی ہے جو بہت عطا کرنے والا ہے۔ (روزانہ کم از کم 33 مرتبہ پڑھیں)

6۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِيْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ۔

(ترجمہ): اے اللہ! ہم تجھے سپر بنا کر دشمن کے سینوں کے مقابل پر رکھتے ہیں اور ہم ان کے تمام شر اور مضرات سے تیری پناہ میں آتے ہیں۔ (روزانہ کم از کم 11 مرتبہ پڑھیں)

7۔ اَسْتَغْفِرُاللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْۢبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ۔

(ترجمہ): مَیں بخشش طلب کرتا ہوں اللہ سے جو میرا ربّ ہے ہر گناہ سے اور مَیں جھکتا ہوں اسی کی طرف۔

(روزانہ کم از کم 33 مرتبہ پڑھیں)

8۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

(ترجمہ): اللہ تعالیٰ پاک ہے اپنی حمد کے ساتھ پاک ہے، اور بہت عظمت والا ہے اے اللہ رحمتیں بھیج محمد ﷺ پر اور آپ کی آل پر۔ (روزانہ کم از کم 33 مرتبہ پڑھیں)

9۔ درود شریف روزانہ کم از کم 33 مرتبہ پڑھیں۔

تہجد کا پڑھنا خدا کے قرب کے حصول کے لئے بہت بڑا مددگار ہے۔

(حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ)

بس اک اشک سے ڈھل گئے سارے سینے
گلے ہیں نہ شکوے ، کدورت نہ کینے
مَیں کس کس کا لوں نام اس سلسلے میں
یہ احساں تو مل کر کیا تھا سبھی نے
پلٹ کر پڑی منہ پہ جا کر اُسی کے
دعا کی تھی ہم پر جو اک مولوی نے
اُسے کام آئی نہ طاقت ، نہ کثرت
مری لاج رکھ لی مری بے کسی نے
کبھی تو گرے گی یہ دیوارِ فرقت
کبھی ہم بھی جائیں گے مکّے مدینے
اسے زعم میری زباں بند کر دی
مجھے آ گئے گفتگو کے قرینے
جسے فخر تھا اپنے زورِ بیاں پر
اسے مار ڈالا مری خامشی نے
یہ ساری زمیں میرے ربّ کی زمیں ہے
نہ تم بے زمینے ، نہ ہم بے زمینے
وہ چہرہ نہیں چاند ہے چودھویں کا
اُسے بھی کبھی دیکھ اے بے یقینے!
یہ فرقت کی راتیں ہیں آباد راتیں
مہینے یہی وصل کے ہیں مہینے
مَیں جاناں کی خدمت میں کیا لے کے جاؤں
یہ جسم اور جاں تو دیے ہیں اُسی نے
ہمی مستحق تھے ملامت کے مضطرؔ!
محبت کا دعویٰ کیا تھا ہمی نے

(چوہدری محمد علی مضطرؔ عارفی)

شادی کی عمر

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ“ (النساء:7) (ترجمہ) اور یتیموں کی آزمائش اُس وقت تک کہ وہ شادی (کی عمر) کو پہنچ جائیں کرتے رہو۔ پھر تم ان میں سمجھ (کے آثار) دیکھو تو اُن کے مال انہیں واپس دے دو۔

یعنی نکاح کی عمر وہ ہے جب لوگ اپنے طور پر کاروبار کرنے کے قابل ہو جائیں اور نیک بد سوچ سمجھ سکیں۔ ورنہ یوں تو بارہ تیرہ سال کا لڑکا بھی شادی کے قابل ہو جاتا ہے۔ مگر اس عمر میں کوئی شخص اس کو مال اور جائیداد کا انتظام سپرد نہیں کرتا۔ پس جب کمائی کے قابل اور مال و جائیداد کی نگہداشت کے لائق ہو جائے اس وقت مرد کا نکاح ہونا چاہئے۔ مثلاً ایک شخص جو کالج میں تعلیم پاتا ہے اس کی کمائی اور مالی انتظام جب شروع ہوگا جب وہ بی اے پاس ہو جائے گا۔ یا بی اے بی ٹی یا ایل۔ ایل۔ بی ہو جائے گا۔ سو وہی عمر اس کی کمائی کی ہوگی اور مالی انتظام کی ہوگی اور وہی عمر اس کی شادی کی ہوگی۔ زمیندار کی عمر نسبتاً کم ہوگی۔ اسی طرح تاجر کی جب وہ اس عمر کو پہنچ جائے کہ اپنی دکان چلانے کی عقل اس میں آجائے“۔ (مضامین حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ جلد دوم صفحہ 900)

حضرت ابوبکرؓ خلیفہ بلافصل کی حیثیت میں

حضرت علیؓ کی حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر رضامندی سے بیعت

حضرت علیؓ کا حضرت ابوبکرؓ سے دوستانہ سلوک اور شیعہ اصحاب کے لئے لمحہ فکریہ

تحریر: مولانا قاضی محمد نذیر صاحب فاضل لائلپوری ۔(مرحوم)

شیعہ اصحاب اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت رسول مقبول ﷺ نے اپنے بعد خلیفہ ہونے کی حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے حق میں وصیت فرمائی تھی لیکن (حضرت) ابوبکر (ؓ) نے ان کا یہ حق (معاذ اللہ) غصب کرلیا اور چند آدمیوں کے سوا باقی ساری امت اس سازش میں شریک ہوگئی اور اس نے حضرت ابوبکرؓ کو آنحضرت ﷺ کے بعد خلیفہ بلافصل قبول کرلیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ اپنے حق سے محروم کردیئے گئے اور وہ صبر کرکے گھر میں بیٹھ گئے۔

مسلمانوں کے دوسرے فرقے شیعہ اصحاب کے خلاف اس بات کے قائل ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حق میں خلافت بلافصل کی کوئی وصیت نہیں فرمائی تھی ۔ بلکہ احادیث نبویہؐ میں ایسی وصیت کی بجائے حضرت ابوبکرؓ کے آپ کے بعد پہلے خلیفہ (خلیفہ بلافصل) ہونے اور حضرت عمرؓ کے دوسرا خلیفہ ہونے کی پیشگوئی موجود ہے ۔لہذا امت محمدیہ نے آنحضرت ﷺ کی وفات پر حضرت ابوبکرؓ کو بلافصل خلیفہ تسلیم کرکے آنحضرت ﷺ کی کسی وصیت کی خلاف ورزی نہیں کی بلکہ ایک پیشگوئی کو پورا کیا ہے۔

خود شیعہ لٹریچر میں موجود چلی آتی ہے۔ خود حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو بھی اپنے متعلق خلیفہ بلافصل مقرر کئے جانے کی وصیت کا کوئی علم نہ تھا۔ اس لئے آپ نے ایسی وصیت کے اپنے حق میں ہونے کا اُمّت کے سامنے کبھی دعویٰ نہیں کیا۔

علاوہ ازیں اگر ایسی کوئی وصیت حضرت علیؓ کے حق میں موجود ہوتی تو ناممکن تھا کہ وہ امت جو آنحضرت ﷺ کے ذریعہ 23 سال کے لمبے عرصہ میں آپؐ کے فیض تربیت سے تیار ہوئی تھی اور جو آپؐ کے ہر حکم پر لبیک کہنے کو اپنی سعادت عظمیٰ یقین کرتی تھی وہ ساری کی ساری آنحضرت ﷺ کی ایسی اہم وصیت کو آپؐ کی وفات کے بعد فراموش کردیتی۔ اور کوئی ایک شخص بھی ان میں سے کھڑا ہوکر علی الاعلان یہ نہ کہتا کہ حضرت ابوبکرؓ خلیفہ بلافصل نہیں ہوسکتے کیونکہ بلافصل خلیفہ ہونے کی وصیت تو آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کے حق میں فرمائی ہے ۔آخر ساری اُمّت کو حضرت علیؓ سے کیا دشمنی ہوسکتی تھی کہ وہ ان کی بلافصل خلافت کو ان کے متعلق آنحضرت ﷺ کی ایسی وصیت موجود ہونے کی صورت میں غصب کرنے کے لئے حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ شامل ہوجاتی؟ اور بالآخر حضرت علیؓ خود بھی حضرت ابوبکرؓ کو اپنی رضامندی سے خلیفہ تسلیم کرلیتے؟

اس مقالہ میں ہم اس امر کا جائزہ لینا چاہتے ہیں کہ ہر دو قسم کے مندرجہ بالا خیالات میں سے کون سا خیال ازروئے تحقیق صحیح اور درست ہے۔

چونکہ اس بارہ میں اہم امر رسول کریم ﷺ کی وصیت ہے اس لئے شیعہ اصحاب کی طرف سے جو روایت حضرت علیؓ کی خلافت وامامت کے متعلق وصیت کے طور پر پیش کی جاتی ہے ہم اس کے متعلق روایت اور درایت کے مسلمہ اصول کے لحاظ سے اپنی تحقیق ہدیہ ناظرین کرتے ہیں ۔ ہمیں نہ حضرت ابوبکرؓ کی کوئی طرفداری مطلوب ہے نہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ہمیں کوئی عداوت ونفرت ہے۔ بلکہ ہم دونوں بزرگواروں سے محبت اور عقیدت رکھتے ہیں کیونکہ ان دونوں سے ہمارے پیارے آقا ومولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو محبت تھی۔ اسی لئے ان دونوں کے آنحضرت ﷺ نے خود مناقب بیان فرمائے ہیں۔

شیعوں کی پیش کردہ روایت

وہ روایت جو شیعہ اصحاب کی طرف سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حق میں خلافت بلافصل کے متعلق وصیت کے ثبوت میں پیش کی جاتی ہے اس کا پس منظر یہ بیان کیا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حجۃ الوداع سے واپسی پر غدیرخم پر ایک خطبہ ہزارہا مسلمانوں کے مجمع میں دیا جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمایا: مَنْ کُنْتُ مولاہُ فعليٌّ مولاہُ اللّٰھمَّ والِ مَن والاہُ وعادِ مَنْ عاداہُ کہ جس کا مَیں مولیٰ ہوں علی بھی اس کا مولیٰ ہے۔ اے اللہ جو شخص علی سے محبت رکھے تو اس سے محبت رکھ اور جو اس سے عداوت رکھے تو اس سے عداوت رکھ۔‘‘

بلحاظ سند روایت کی تحقیق

ہماری تحقیق میں سند کے لحاظ سے یہ روایت ضعیف ہے۔ چنانچہ نہ حضرت امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے اپنی صحیحین میں اس حدیث کو بوجہ ضعف روایت درج کیا ہے۔ نہ ہی سنن ابی داؤد اور سنن نسائی میں اس حدیث کا کوئی ذکر موجود ہے ۔ البتہ ترمذی اور ابن ماجہ نے اس روایت کو متغیر الفاظ اپنی کتابوں میں لیا ہے۔ اور امام ترمذی نے اسے ’’حسنٌ غریبٌ‘‘ قرار دیا ہے۔ گویا امام ترمذی نے سند کے لحاظ سے اسے ایسی احاد روایات میں سے قرار دیا ہے جس کی تائید کسی دوسری روایت سے نہیں ہوتی۔ حالانکہ اگر حجۃ الوداع کے موقعہ پر ہزارہا مسلمانوں کے مجمع میں آنحضرت ﷺ نے یہ الفاظ فرمائے ہوتے تو انہیں کئی راوی روایت کرتے اور ایسی روایت تواتر کے مرتبہ پر پہنچی ہوئی ہوتی۔ پس حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی امامت اور خلافت بلافصل کے اختلافی مسئلہ کے ثبوت میں ایسی کمزور روایت کو بطور حجت پیش نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ احادیث کے ذریعہ کسی اہم عقیدہ کو قوی اور صحیح احادیث کے ذریعہ ہی اختیار کیا جاسکتا ہے جن میں تواتر لفظی بلحاظ سند ہو یا کم ازکم تواتر معنوی ضرور موجود ہو۔ زیر بحث روایت کے متعلق شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ نے منہاج السنۃ میں لکھا ہے۔

”اما قولہ من کُنتُ مولاہُ فعليٌّ مولاہُ فلیس فی الصحاح لکن ھو مما رواہُ العلماءُ وتنازع الناسُ فی صحتہٖ۔ فَنُقِل عن البخاری وابراھیم الحربی وطائفةٍ من اھل العلم بالحدیث انھم طعنوافیہ وضعَّفُوہُ ۔قال ابومحمد بن حزم واما من کنت مولاہ فعليٌّ مولاہُ فلا یصح عن طریق الثقاتِ۔‘‘

کہ رسول اللہ ﷺ کا قول ’مَنْ کُنْت مَوْلَاہ فَعَلِيٌّ مَوْلَاہُ‘‘ صحیح حدیثوں میں موجود نہیں لیکن وہ اس قسم کی حدیثوں میں سے ہے جنہیں علماء نے روایت کیا ہے۔ اور لوگوں نے اس کی صحت میں جھگڑا کیا ہے۔ چنانچہ امام بخاری اور ابراہیم الحربی اور علمائے حدیث کے ایک گروہ کے متعلق یہ منقول ہے کہ انہوں نے اس حدیث میں طعن کی ہے اور اسے ضعیف ٹھہرایا ہے اور امام ابومحمد ابن حزم نے کہا ہے کہ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاہُ معتبر راویوں کے طریق سے ثابت نہیں۔‘‘

امام ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

”الطاعنون فی صحتہٖ جماعةٌ من ائمة الحدیث وعدولہ المرجوع الیھم فیہ کأبی داؤد السجستانی وابی حاتم الرازی۔‘‘

کہ اس حدیث کی صحت میں طعن کرنے والی ائمہ حدیث کی ایک معتبر جماعت ہے جن کی طرف حدیث میں رجوع کیا جاتا ہے جیسے ابوداؤد السجستانی اور ابوحاتم رازی۔‘‘

اس تحقیق سے ظاہر ہے کہ سند کے لحاظ سے یہ روایت احاد روایات میں سے ہے اور مجروح ہے۔ پس جس حدیث کا یہ حال ہو اس پر خلافت بلافصل جیسے اہم مسئلہ کی بنیاد نہیں رکھی جاسکتی۔

بلحاظ درائت روایت کی تحقیق

جب ہم درایت کے اصول کی روشنی میں اس حدیث پر غور کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ اس حدیث میں حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی خلافت بلافصل کا کوئی ذکر موجود نہیں ۔ بلکہ اس میں آنحضرت ﷺ نے یہ ہدایت فرمائی ہے کہ جو شخص مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ حضرت علیؓ سے بھی محبت رکھے۔ مولیٰ کا لفظ اس حدیث میں صرف دوست اور پیارے کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ حدیث مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاہُ سے اگلے دعائیہ الفاظ اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَّالَاہ وَعَاد مَنْ عَادَاہُ (اے اللہ اس سے محبت کر جو علیؓ سے محبت کرے اور اس کا دشمن ہو جو علیؓ سے دشمنی رکھے) اس بات پر قوی قرینہ ہیں کہ اس حدیث میں مولیٰ کا لفظ صرف اور صرف پیارے اور محبّ کے معنوں میں ہی استعمال ہوا ہے۔

مَولٰی کے لفظ کے عربی زبان میں کئی معنی ہیں۔ اس کے معنی مالک اور سید کے بھی ہیں۔ آزاد کردہ غلام کے بھی اور محبّ اور پیارے کے معنی بھی ہیں۔ اس حدیث میں مَولٰی کا لفظ حاکم کے معنوں میں استعمال نہیں ہوا۔ کیونکہ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاہُ عربی ترکیب کے لحاظ سے جملہ اسمیہ ہے جو استمرار کا فائدہ دیتا ہے۔ اس لئے مولیٰ کے معنی اس جملہ میں حاکم لے کر اس فقرہ کے یہ معنی بن جاتے ہیں کہ جن کا میں حاکم ہوں، دم نقد حضرت علیؓ بھی ان کے حاکم ہیں۔ حالانکہ یہ بات شیعہ صاحبان بھی نہیں مانتے کہ حضرت علیؓ آنحضرت ﷺ اُمّت پر حاکم تھے۔ اور اس فقرہ کے یہ معنی بھی نہیں ہوسکتے کہ میرے بعد حضرت علیؓ ان کے حاکم ہوں گے تا اسے خلافت پر دلیل ٹھہرایا جاسکے۔

اگر حضرت نبی کریم ﷺ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے حق میں خلافت وامامت بلافصل کی وصیت کرنا مقصود ہوتا تو آپ افصح العرب تھے۔ کیا اس مضمون کو واضح کرنے کے لئے آپؐ کو کوئی ایسا موزوں لفظ زبان عربی میں نہیں مل سکتا تھا جو متعدد المعنی نہ ہوتا۔ اور خلافت وامامت کے لئے اپنے معنوں میں بالکل واضح ہوتا۔ نیز اس صورت میں آنحضرت ﷺ اس لفظ کو استعمال کرتے ہوئے جملہ اسمیہ کی بجائے جملہ فعلیہ میں کلام فرماتے۔ آخر آنحضرت ﷺ نے مولیٰ کا لفظ کیوں اختیار کیا جو کئی معنی رکھتا ہے۔

یاد رہے کہ جب ایک لفظ کثیر المعنیٰ ہو تو زبان عربی بلکہ ہر زبان کا یہ قاعدہ ہے کہ اگر اس لفظ کو کوئی فصیح اور بلیغ انسان استعمال کرے تو پھر وہ اپنی عبارت میں کوئی ایسا قرینہ قائم کردیتا ہے جو ان بہت سے معنوں میں سے ایک خاص معنیٰ کی تعیین کردیتا ہے۔

حدیث زیر بحث کی عبارت میں ’’مَن کنت مولاہُ فعليٌّ مولاہ‘‘ کے بعد آنحضرت ﷺ کا یہ دعا فرمانا ’’اَللّٰھُمَّ وَالُ مَنْ وَّالَاہ وَعَاد مَنْ عَادَاہُ‘‘ کہ اے اللہ اس سے محبت کر جو علیؓ سے محبت کرے اور اس سے دشمنی کر جو علیؓ کا دشمن ہو، اس بات کے لئے قوی قرینہ ہے کہ اس حدیث میں مَولٰی کا لفظ پیارے اور دوست کے معنوں میں ہی استعمال ہوا ہے کیونکہ مَولٰی اور وَالِ دونوں لفظ ایک ہی مصدر سے ماخوذ ہیں۔ پس جب لفظ مولیٰ بلحاظ لغت دوست اور پیارے کے معنی بھی رکھتا ہے اور ان معنوں کے لئے خود عبارت میں قوی قرینہ بھی موجود ہے تو پھر اس قرینہ کو نظرانداز کرتے ہوئے مولیٰ کو حاکم کے معنوں میں لینا کیسے درست ہوسکتا ہے جب کہ جملہ اسمیہ کی ترکیب بھی مولیٰ کے لفظ کو حاکم کے معنوں میں لینے کے خلاف قوی دلیل ہے۔ پس مولیٰ کا لفظ اس حدیث میں حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی خلافت بلافصل کی نص نہیں بن سکتا۔ بلکہ یہ لفظ صرف آپ سے محبت کئے جانے کی ہدایت پر مشتمل ہے۔

حدیث کا پس منظر

ماسوا اس کے اس حدیث کا پس منظر بھی دیکھا جائے تو وہ اس امر پر روشن دلیل ہے کہ اس حدیث میں مولیٰ کا لفظ دوست اور محبّ کے معنوں میں ہی استعمال ہوا ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حضرت علیؓ سے بعض لوگوں کو بغض تھا جس کا ان کی طرف سے موقعہ بہ موقعہ اظہار بھی ہوجاتا تھا۔ چنانچہ امام بخاری علیہ الرحمۃ صحیح بخاری میں ایک روایت لائے ہیں جو حجۃ الوداع سے پہلے کی ہے۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

حدثنی محمد بن بشار حدثنا روح بن عبادة حدثنا علی بن سوید عن ملجوف عن

عبداللّٰہ بن بریدة عن ابیه رضی الله عنه قال بعث النبی صلی الله علیه وسلم علیاً الیٰ خالدٍ لیقبض الخمس وکنت اُبْغِض علیاً وَقد اغتسل فقلت لخالدٍ الا تریٰ الیٰ ھٰذا۔فلما قدمنا علی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم ذکرتُ ذٰلک لهٗ فقال یا بُرِیْدة أَ تُبْغِضُ علیًّا۔فقلت نعم۔ فقال لا تبغضه فان لهٗ فی الخمس اکثر من ذٰلک۔

(صحیح بخاری ۔ کتاب المغازی۔ باب بعث علی ابن ابی طالب وخالد ابن الولیدرضی الله عنهما الی الیمن قبل حجة الوداع)

یعنی بریدہؓ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ اس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو خالدؓ بن الولید کی طرف بھیجا تا کہ خمس کے مال پر قبضہ کریں اور بریدہ کہتے ہیں میں علیؓ سے بغض رکھتا تھا۔ حضرت علیؓ نے غسل کیا (یعنی ایک لونڈی سے مباشرت کر کے۔ ناقل) تو مَیں نے خالدؓ سے کہا تم اس شخص کے طریق کو نہیں دیکھتے (یعنی ان کے طریق کو ناپسند کیا۔ ناقل) پھر جب ہم نبی کریم ﷺ کے پاس آئے تو مَیں نے اس واقعہ کا آپؐ سے ذکر کیا۔تو آپؐ نے فرمایا۔اے بریدہ! کیا تم علی سے بغض رکھتے ہو؟ مَیں نے کہا ہاں۔ تو اس پر آپؐ نے فرمایا علی سے بغض نہ رکھو کیونکہ اس کا خمس کے مال میں اس سے زیادہ حق ہے۔‘‘

صحیح بخاری کی اس روایت میں جس واقعہ کا ذکر ہے اسے اس روایت میں بہت اختصار سے بیان کیا گیا ہے۔اس کی تفصیل اسماعیلی کی روایت میں صحیح بخاری کی شرح فتح الباری سے یوں معلوم ہوتی ہے کہ خمس کے مال میں سے ایک لونڈی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے لئے چن لی۔ بریدہؓ اور خالدؓ نے اس تقسیم کو ناپسند کیا۔ اوراحمد کی روایت میں ابن عبدالجلیل عن عبداللہ بن بریدہ عن ابیہ کے طریق سے مروی ہے کہ وہ لونڈی سب سے اچھی تھی۔خمس تقسیم کرنے کے بعد آپ باہر نکلے تو ان کے سر سے (غسل کا) پانی ٹپک رہا تھا۔ روای نے پوچھا تو حضرت علیؓ نے کہا۔مَیں نے اس لونڈی سے مباشرت کی ہے۔

بہرحال حضرت خالدؓ اور بریدہؓ نے حضرت علیؓ کے اس فعل کو ناپسند کیا۔حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حضرت فاطمۃ الزہراء بنت رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ابوجہل مشہور دشمن اسلام کی بیٹی سے نکاح کے لئے آمادہ ہوجانا بھی مسلمانوں میں ان سے نفرت پیدا ہوجانے میں بہت بڑا دخل رکھتا تھا۔خودآنحضرت ﷺ نے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس آمادگی کو سخت ناپسند فرمایا تھا۔ اوراس بات کا علم ہوجانے پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منبر پر چڑھ کر خطاب فرمایا کہ آپؐ اس نکاح کی اجازت نہیں دے سکتے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں روایت ہے۔

THOMPSON & CO SOLICITORS

Consult us for your legal requirements
such as Immigration & Nationality,
Conveyancing & Employment,
Welfare Benefits, Personal Injury,
Family & Ancillary Proceedings,,
Wills & Probate, Criminal Litigation .

Contact:

Anas A.Khan, John Thompson Solicitors

1st floor 48 Tooting High Street
London SW17 0RG

Tel: 020 8333 0921+020 8767 5005

Mobile: 0780-3298065 Fax: 020 8871 9398

”حدثنا قتیبة حد ثنا اللیث عن ابن ابی ملیکة عن المسور بن مخرمة قال سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول وهو علی المنبران بنی هشام بن المغیرة استاذ نوا فی ان ینکحواابنتهم علیّ ابن ابی طالب فلا آذن ثم لاآذن ثم لا آذن الّا ان یریدابن ابی طالب ان یطلق ابنتی وینکح ابنتهم فانما هی بضعة منی یریبنی مارابها ویؤذینی ماآذا ها۔ ھٰکذا قال“ ۔ (باب ذب الرجل عن ابنته فی الغیرة والانصاف۔صحیح بخاری جلد ۳ صفحه ۱۷۷ مطبوعه مصر)

یعنی مسور بن مخرمہ روایت کرتے ہیں کہ مَیں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر یہ کہتے سنا کہ بنی ہشام بن المغیر ہ نے مجھ سے اجازت مانگی ہے کہ وہ اپنی بیٹی علی بن ابی طالب کے نکاح میں دے دیں ۔پس مَیں اجازت نہیں دیتا۔ پھر مَیں اجازت نہیں دیتا۔ پھر مَیں اجازت نہیں دیتا۔ بجز اس صورت کے کہ علی ابن ابی طالب میری بیٹی کو طلاق دے دے اوران کی بیٹی سے نکاح کرلے۔ کیونکہ فاطمہ میرے جسم کا حصہ ہے اس لئے جوامراُسے متردّد کرے وہ مجھے بھی متردّد کرتا ہے۔ اور جوامراُسے دکھ دے وہ مجھے بھی دکھ دیتا ہے۔اس قسم کے الفاظ آپؐ نے فرمائے۔

پھریہی راوی یہ بھی بتاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس خطبہ میں فرمایا۔

اتخوف ان تفتن فی دینها ثم ذکر صهراً له من بنی عبدشمس فاثنیٰ علیه فی مصاهرته ایاه کہ مَیں ڈرتا ہوں کہ فاطمہ اپنے دین (یعنی اطاعت خاوند) کے معاملہ میں فتنہ میں پڑے۔ پھرآپ نے بنی عبدشمس میں سے اپنے ایک داماد کی تعریف فرمائی اور بتایا کہ اس نے ان تعلقات کو نہایت اچھے طور پر نبھایا ہے۔‘‘ اور یہ بھی فرمایا۔

انی لست اُحَرِّمُ حلالاً ولا احل حرامًا ولکن واللّٰهِ لا تجتمع بنتُ رسول اللّٰه وبنتُ عدو اللّٰه ابداً ۔

(صحیح بخاری جلد 2صفحه 127 مطبوعه مصر)

کہ مَیں کسی حلال امر کو حرام نہیں ٹھہراتا اور نہ کسی حرام امر کو حلال ٹھہراتا ہوں لیکن اللہ کی قسم رسول اللہ کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی کبھی اکٹھی نہیں ہوسکتیں۔‘‘

اس خطبہ کو سننے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے گونہ ناراضی کا پیدا ہوجانا ایک طبعی امر تھا۔ لہذا جو نفرت مسلمانوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آنحضرت ﷺ کے اس خطبہ سے پیدا ہوچکی تھی۔ معلوم ہوتا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے معاملات سلجھا دینے کے بعد آنحضرت ﷺ نے غدیر خم پر مسلمانوں کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کو بحال کرنے کے لئے من کنت مولاہُ فعلیٌّ مولاہُ کے الفاظ فرمائے تھے۔ آپ نے اس جگہ مسلمانوں کو ان سے محبت رکھنے کی تلقین کی ہے ورنہ غدیر خم والی حدیث کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل سے دور کا بھی کوئی تعلق نہیں۔ اگراس حدیث کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل سے بھی کوئی تعلق ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی تو یہ سمجھتا کہ آنحضرت ﷺ نے اس حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل کی وصیت فرمائی ہے۔ اور پھر آنحضرت ﷺ کی وفات پر صحابہؓ میں سے کوئی تو یہ آواز اٹھاتا کہ آنحضرت ﷺ نے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت بلافصل کی وصیت غدیر خم پر کردی ہوئی ہے لہذا اب امت کو کسی اور شخص کو خلیفہ انتخاب کرنے کا کوئی حق نہیں۔ لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے جو آنحضرت ﷺ کے لئے اپنی جانوں اور مالوں کی قربانی میں پیش پیش رہا کرتے تھے کوئی ایک شخص بھی نہ اٹھا کہ کسی ایسی وصیت کی یاددہانی کرائے کیونکہ دراصل کوئی ایسی وصیت ان کے نزدیک موجود ہی نہیں تھی۔

حضرت علیؓ کو ایسی وصیت کا کوئی علم نہ تھا

علاوہ ازیں خود حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ جن کے حق میں شیعہ اصحاب نے خلافت بلافصل کی وصیت کئے جانے کا نظریہ قائم کررکھا ہے اس بات سے بالکل ناواقف تھے کہ غدیر خم پر آنحضرت ﷺ نے ان کے متعلق خلافت بلافصل کی وصیت فرمائی تھی۔ اگر وہ اس بات سے واقف ہوتے یا اس حدیث کا یہ مفہوم سمجھے ہوتے تو غدیر خم کا یہ واقعہ پیش کر کے اپنے بلافصل خلیفہ مقرر کیا جانے کا حق جتاتے کیونکہ وہ اس واقعہ کے وقت خود وہاں موجود تھے ۔ مگرآپ کی طرف سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت قائم ہونے پر اپنا ایسا حق جتانے کا کہ میرے متعلق آنحضرت ﷺ نے غدیر خم پر خلافت بلافصل کی وصیت فرمائی تھی کوئی ثبوت موجود نہیں ۔ بلکہ واقعات اس بات پر گواہ ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے زمانہ تک وہ یہ امر ہرگز نہیں جانتے تھے کہ آپ کے حق میں آنحضرت ﷺ خلافت بلافصل کی کوئی وصیت فرما چکے ہوئے ہیں۔ چنانچہ شرح نہج البلاغۃ میں ابن ابی الحدید شیعی ایک روایت یوں درج فرماتے ہیں۔

عن عبداللّٰه ابن عباس قال خرج علیٌّ علی الناس من عند رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فی مرضه فقال له الناس کیف اصبح رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یا اباحسن قال اصبح بحمد اللّٰه بارئًا۔ قال فاخذ العباس بید علیّ ثم قال یا علیّ انت عبدالعصا بعد ثلاثٍ۔ احلف لقد رأیت الموت فی وجهه وانی لا عرف الموت فی وجوه بنی عبدالمطلب فانطلق الیٰ رسول اللّٰه تعالیٰ فاذکر لهٗ ھٰذا الامر ان کان فینا اعلمنا وان کان فی غیرنا اوصی بنا۔فقال لاافعل واللّٰهِ ان منعنا الیوم لا یؤتیناه الناس من بعده۔ قال توفی رسول اللّٰه ذٰلک الیوم۔

(شرح نهج البلاغه جزو 2صفحه 75)

ترجمہ ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کہا کہ حضرت علیؓ رسول کریم ﷺ کے پاس سے ان کی بیماری کے زمانہ میں لوگوں کے پاس آئے تو لوگوں نے آپ سے دریافت کیا کہ اے اباحسن! رسول اللہ ﷺ کیسے ہیں؟ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا الحمدللہ آپ اچھے ہیں۔ عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضرت عباسؓ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر لے گئے اوران سے کہا کہ اے علی! تم تین دن کے بعد لاٹھی کے غلام بن جانے والے ہو۔ (یعنی دوسروں کے ماتحت ہوجاؤ گے۔) مَیں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مَیں نے رسول اللہ ﷺ کے چہرہ میں موت (کے آثار) کو پایا ہے۔ اور مَیں موت (کے آثار کو) عبدالمطلب کی اولاد کے چہروں میں پہچان لیا کرتا ہوں۔ پس تم رسول اللہ ﷺ کے پاس جاؤ اوران سے اس امر (خلافت) کا ذکر کرو کہ اگر یہ امر ہم میں سے (کسی کے سپرد کیا جانے والا) ہے تو ہمیں بتادیں اوراگر ہمارے غیر میں جانے والا ہے تو ہمارے لئے وصیت فرمادیں۔ حضرت علیؓ نے کہا خدا کی قسم مَیں ایسا نہیں کروں گا اگر رسول اللہ ﷺ نے آج اس امر (خلافت) سے ہمیں محروم کردیا تو لوگ ہمیں اس کے بعد کبھی خلافت نہیں دیں گے۔ راوی نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ اسی دن وفات پاگئے۔‘‘

اس روایت سے یہ امر روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ حضرت عباسؓ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کو غدیر خم پر خلافت بلافصل کی وصیت کئے جانے کا کوئی علم نہ تھا۔ اگر آنحضرت ﷺ نے غدیر خم پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت بلافصل کی وصیت کی ہوتی تو پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اس کا علم ہوتا۔ اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس وقت امر خلافت کا فیصلہ کرانے کا مشورہ نہ دیتے۔ اوراگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے حق میں غدیر خم پر خلافت بلافصل کی وصیت کئے جانے کا علم ہوتا تو انہیں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو یہ جواب دینے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ کہ میں اس غرض کے لئے رسول اللہ ﷺ کے پاس نہیں جاؤں گا۔ کیونکہ اگر آپ نے آج ہمیں امر خلافت سے محروم کردیا تو لوگ کبھی ہمیں خلافت سپرد نہیں کریں گے۔ اگر انہیں ایسی وصیت کا اپنے متعلق علم ہوتا تو انہیں تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو یہ جواب دینا چاہئے تھا کہ اے چچا آپ جانتے ہیں کہ میرے متعلق غدیر خم پر خود رسول اللہ ﷺ نے ہزاروں مسلمانوں کے مجمع میں اپنے بعد خلیفہ ہونے کی وصیت فرمادی ہے۔ لہٰذا اب اس امر خلافت کے بارہ میں آنحضرت ﷺ سے دریافت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ اگر آج آنحضرت ﷺ نے ہمارے حق میں خلافت کا فیصلہ نہ فرمایا تو لوگ کبھی ہمیں خلیفہ نہ بنائیں گے، اس امر کی قطعی دلیل ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے متعلق غدیر خم پر خلافت کی وصیت کئے جانے کا کوئی علم نہ تھا اور یہ کہ آنحضرت ﷺ نے اس موقعہ پر آپ کی خلافت بلافصل کی ہرگز وصیت نہیں فرمائی تھی۔ اگر آنحضرت ﷺ نے اس موقعہ پر ایسی وصیت کی ہوتی تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ خطرہ نہیں ہوسکتا تھا کہ آج رسول اللہ ﷺ نے امر خلافت ہمارے سپرد نہ کیا تو لوگ کبھی ہمیں خلیفہ نہیں بنائیں گے۔ انہیں تو تسلی ہونی چاہئے تھی کہ میرے متعلق تو آنحضرت ﷺ پہلے سے خلافت بلافصل کی وصیت فرما چکے ہوئے ہیں اس لئے اب آنحضرت ﷺ کے لئے کسی اور شخص کے متعلق وصیت کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہوسکتی ۔ یہ واقعہ اس امر پر روشن، قطعی اور یقینی دلیل ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں غدیر خم پر آنحضرت ﷺ نے خلافت بلافصل کی کوئی وصیت نہیں کی تھی۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی ”من کنت مولا ہ فعلیٌّ مولا ہ‘‘ کے الفاظ امر خلافت کی وصیت پر مشتمل نہ تھے بلکہ آنحضرت ﷺ نے یہ الفاظ صرف لوگوں کے دلوں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق نفرت اور ناراضگی دور کرنے کے لئے فرمائے تھے۔

باقی صفحہ نمبر 9 پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ جمعہ

آنحضرت ﷺ کا ہر عمل، ہر نصیحت، ہر بات، ہر لفظ اپنے اندر حکمت لئے ہوئے ہے۔

آنحضرت ﷺ کی حیات طیبہ سے آپ کے مختلف پُرحکمت فیصلوں اور ارشادات کی روشن مثالوں کا تذکرہ

بعض دفعہ بڑی معمولی باتیں دوسروں کی ٹھوکر کا باعث بن جاتی ہیں تو ایسی صورت میں وضاحت کر کے شکوک کو دور کرنے کی کوشش کرنی چاہئے تاکہ دوسرا ٹھوکر سے بچے اور اپنے ایمان کو ضائع ہونے سے بچائے۔

احمدی یاد رکھیں کہ ہم نے کسی سے دشمنی کا بدلہ اور انتقام نہیں لینا بلکہ وہ راستہ اختیار کرنا ہے جو ہمارے سامنے رسول اللہ ﷺ نے اپنے اسوہ سے پیش فرمایا۔

یہ ظلم جو احمدیوں پر ہو رہا ہے انشاء اللہ تعالیٰ یہ زیادہ دیر نہیں چلے گا۔ فتح ہماری ہے اور یقیناً ہماری ہے۔

شیخوپورہ کے ایک نوجوان ہمایوں وقار ابن سعید احمد صاحب ناصر کی شہادت کا تذکرہ اور نماز جنازہ غائب۔

انشاء اللہ تعالیٰ ان شہیدوں کا خون ضرور رنگ لائے گا اور لانے والا ہے۔

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز- فرمودہ 14/ دسمبر 2007ء بمطابق 14/ فتح 1386 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيکَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِکِ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاکَ نَسْتَعِيْنُ۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔

آج مَیں اللہ تعالیٰ کی صفات سے سب سے زیادہ حصہ پانے والے یا اس طرح کہہ سکتے ہیں کہ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کے رنگ میں سب سے زیادہ رنگین ہونے والے اور اللہ تعالیٰ کی صفات کے وہ مظہر حقیقی جن سے زیادہ کوئی انسان اللہ تعالیٰ کا رنگ اپنے اوپر نہیں چڑھا سکتا، یعنی حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کا صفت حَکِیْم کے حوالے سے ذکر کروں گا۔ آپؐ اللہ تعالیٰ کے وہ پیارے ہیں جن کی پیدائش زمین و آسمان کی پیدائش کی وجہ بنی۔ جن پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں۔ پس آپؐ کا مقام اور آپؐ کے مبارک کلمات کی اہمیت ایسی ہے کہ ایک مومن کی ان پر نظر رہنی چاہئے۔ ایک تو وہ تزکیۂ نفس کے لئے تعلیم اور حکمت کی باتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں آپؐ کے ذریعہ ہمیں بتائیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْکُمْ رَسُوْلًا مِّنْکُمْ يَتْلُوْا عَلَيْکُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَکِّيْکُمْ وَيُعَلِّمُکُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَيُعَلِّمُکُمْ مَّالَمْ تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ (سورة البقره آیت نمبر 152) جیسا کہ ہم نے تمہارے اندر تمہیں میں سے تمہارا رسول بھیجا ہے جو تم پر ہماری آیات پڑھ کر سناتا ہے اور تمہیں پاک کرتا ہے اور تمہیں کتاب اور اس کی حکمت سکھاتا ہے اور تمہیں ان باتوں کی تعلیم دیتا ہے جن کا تمہیں پہلے کچھ علم نہ تھا۔

دوسرے آپؐ کے حکم، قول، عمل اور نصیحت جو روزمرہ کے معمولات سے لے کر قومی معاملات تک پھیلی ہوئی ہیں جس میں آپؐ کی ہر ایک بات، ہر عمل، ہر نصیحت، ہر کلمہ، ہر لفظ جو ہے وہ اپنے اندر حکمت لئے ہوئے ہے۔ اور دراصل تو آپؐ کا قول، عمل اور نصائح جو قرآن کریم کی پُرحکمت تعلیم ہیں، اس کی تفسیر ہیں جو آپؐ کے ہر قول اور فعل میں جھلکتی ہیں۔ پس یہ اُسوہ حسنہ جو ہمارے لئے اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہر قول و فعل کو پُرحکمت بنانے کے لئے بھیجا ہے۔ یہی ہے جس کے پیچھے چل کر ہم حکمت و فراست کے حامل بن سکتے ہیں۔ يَتْلُوْا عَلَيْکُمْ اٰيٰتِنَا کہہ کر اللہ تعالیٰ نے اس بات کی تصدیق کر دی کہ تمہیں پاک کرنے اور تمہارے فائدے کے لئے یہ نبی جو بھی تمہیں سناتا ہے وہ یا ہمارا اصل کلام ہے جو سنایا جاتا ہے یا اس کی وضاحت ہے۔ اس لئے اس نبی کی کوئی بات بھی ایسی نہیں ہے جسے تم سمجھو کہ بے مقصد اور حکمت سے خالی ہے۔ اور پھر یہ نبی صرف تمہیں حکم نہیں دیتا کہ ایسا کرو۔ ایسا نہ کرو۔ نصیحت نہیں کرتا بلکہ عملی نمونے بھی دکھاتا ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ اس اسوۂ حسنہ پر عمل کرو جو اللہ تعالیٰ کے اس پیارے نبی ﷺ نے قائم فرمایا۔ پس ہر مومن کو آنحضرت ﷺ کی ہر بات کو سمجھنا چاہئے اور اس پر غور کرنا چاہئے۔ اگر واضح طور پر سمجھ نہ بھی آئے تو یہ ایمان ہو کہ یقیناً اس میں کوئی حکمت ہے اور ہمارے فائدے کے لئے ہے۔ یہی سوچ ہے جو ایک مومن کی شان ہونی چاہئے، مومن کے اندر ہونی چاہئے۔

اب مَیں آنحضرت ﷺ کی چند احادیث پیش کرتا ہوں جس میں مختلف امور بیان فرماتے ہوئے آپؐ نے ہماری عملی تربیت بھی فرمائی ہے۔

سب سے پہلے تو یہ حدیث پیش کرتا ہوں۔ ایک حدیث میں آپؐ فرماتے ہیں کہ اَلْکَلِمَةُ الْحِکْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ حَيْثُ مَا وَجَدَهَا فَهُوَ اَحَقُّ بِهَا۔ (سنن ابن ماجه۔ کتاب الزهد۔ باب الحکمة) حضرت ابوہریرہؓ سے یہ روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا حکمت اور دانائی کی بات مومن کی گمشدہ چیز ہے۔ جہاں کہیں وہ اسے پاتا ہے وہ اس کا زیادہ حقدار ہوتا ہے۔

اس میں جہاں یہ واضح فرمایا کہ حکمت کی بات کہیں سے بھی ملے خواہ وہ غیر مذہب والے سے ملے، غریب سے ملے، بچّے سے ملے، تمہارے خیال میں کوئی جاہل ہے، کم پڑھا لکھا ہے اس سے ملے، لیکن یہ دیکھو کہ بات کیا ہے۔ اگر حکمت ہے تو اس کو اپنا لو کیونکہ تم اس کے حقدار ہو۔ اسے تکبر سے رَدّ نہ کرو یا یہ نہ

سمجھو کہ جو کچھ مجھے پتہ ہے وہی سب کچھ ہے۔ بلکہ غور کرتے ہوئے اسے اختیار کرو۔

اب دیکھیں وہ ایک بچے کی حکمت کی بات ہی تھی جو اس نے بزرگ کو کہی تھی۔ واقعہ آتا ہے بارش میں ایک بچہ چلا جا رہا تھا تو بزرگ نے کہا کہ دیکھو بچے آرام سے چلو کہیں پھسل نہ جانا۔ بچے نے کہا کہ اگر مَیں پھسلوں گا تو صرف مجھے چوٹ لگے گی لیکن آپ تو قوم کے راہنما ہیں، روحانی راہنما ہیں۔ آپ اگر پھسلے تو پوری قوم کے پھسلنے کا خطرہ ہے، متأثر ہونے کا خطرہ ہے۔ تو بڑی حکمت کی بات ہے جو ایک بچے کے منہ سے نکلی۔

دوسرے اس طرف توجہ دلائی کہ ایک مومن کو فضولیات سے بچتے ہوئے حکمت کی باتوں کی تلاش رہنی چاہئے۔ اگر اس سوچ کے ساتھ ہم اپنی زندگی گزاریں گے تو بہت سی لغویات اور فضول باتوں سے بچ جائیں گے۔

پھر آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں۔ حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رشک دو آدمیوں کے متعلق جائز ہے۔ ایک وہ آدمی جسے اللہ نے مال دیا ہو اور وہ اسے راہ حق میں خرچ کرتا رہے۔ اور ایک وہ آدمی جسے اللہ تعالیٰ نے حکمت عطا کی ہو اور وہ اس کے ذریعہ سے فیصلے کرتا ہے اور اسے دوسروں کو سکھاتا ہے۔ (صحیح بخاری باب الاغتباط فی العلم والحکمۃ)

اس میں مومنوں کے ذمے یہ کام بھی کر دیا کہ حکمت کو آگے بھی پھیلاؤ۔ حاصل بھی کرو اور پھر آگے پھیلاؤ تمہارے تک محدود نہ رہ جائے۔ اگر کوئی پُر حکمت اور علم کی بات ہے تو مومن کی شان یہی ہے کہ اسے آگے پھیلاتا چلا جائے تاکہ حکمت و فراست قائم کرنے والا معاشرہ قائم ہو۔ ایسی مجالس جن میں حکمت کی باتیں ہوتی ہوں آنحضرت ﷺ نے اُنہیں نِعْمَ الْمَجْلِس کا نام دیا ہے۔

عون بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ (بن مسعود) نے کہا کہ کیا ہی عمدہ وہ مجلس ہے کہ جس میں حکمت والی باتیں پھیلائی جاتی ہیں۔ یہ براہ راست آنحضرت ﷺ کی طرف تو روایت نہیں ہے۔ لیکن یہ انہوں نے سنا اور فرمایا کہ کیا ہی عمدہ مجلس ہے جس میں حکمت کی باتیں پھیلائی جائیں اور جس میں رحمت کی امید کی جاتی ہے۔ (سنن الدارمی ۔ باب من ھاب الفتیامخافۃ)۔

تو یہ ہماری مجالس کے معیار ہونے چاہئیں اور اللہ تعالیٰ کا حکم بھی یہی ہے کہ لغو مجالس سے اٹھ جاؤ۔ ایسی مجالس سے بھی اٹھ جاؤ جہاں دین کے خلاف باتیں ہو رہی ہوں۔ مذہب پر منفی تبصرے ہو رہے ہوں۔ خدا تعالیٰ کی ذات کے متعلق فضول باتیں ہو رہی ہوں۔ اگر تمہارے علم میں ہے تو سمجھانے کے لئے اور اس لئے کہ کچھ لوگوں کا بھلا ہو جائے اور یا جو کوئی بھی صاحب علم ہیں وہ ایسے لوگوں کو سمجھانے کے لئے اگر ایسی مجلس میں بیٹھ جاتے ہیں تو ٹھیک ہے لیکن اگر دیکھیں کہ یہ لوگ صرف ڈھٹائی سے کام لے رہے ہیں، سمجھنا نہیں چاہتے تو پھر ایسی مجلس سے اٹھ جانے کا اللہ تعالیٰ کا بھی حکم ہے۔ کیونکہ پھر فرشتے ایسی مجلسوں پر لعنت بھیجتے ہیں۔ اور ایک مومن کو تو ایسی مجلس کی تلاش ہونی چاہئے جس میں حکمت کی باتیں ہوں۔

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ میرے لئے رسول اللہ ﷺ نے دو مرتبہ یہ دعا کی کہ اللہ تعالیٰ مجھے حکمت عطا کرے۔ (سنن الترمذی ۔کتاب المناقب باب مناقب عبداللہ بن عباسؓ) آپؐ کے نزدیک اس کی اتنی اہمیت تھی۔ یہ اتنا بڑا تحفہ تھا کہ آپؐ نے دعا دی۔

پھر علم اور حکمت کے بارے میں آنحضرت ﷺ کا ایک اور انداز جس کا جنگی قیدیوں کے سلسلہ میں روایت میں ذکر آتا ہے، یہ ہے کہ حضور ﷺ نے ان قیدیوں کو جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے انہیں اختیار دیا کہ اگر وہ انصار کے دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں تو آزاد ہوں گے۔ چنانچہ بچے جب لکھنے پڑھنے کے قابل ہو جاتے تھے تو ان قیدیوں کو جو جنگی قیدی تھے، آزاد کر دیا جاتا تھا۔ (طبقات لابن سعد۔جلد 2صفحہ260)۔ یہ اہمیت تھی آپؐ کی نظر میں علم کی۔

حکمت کے ایک معنی علم بھی ہیں کیونکہ علم دماغ روشن کرنے کا باعث بنتا ہے۔ جہالت کو ختم کرتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس حکمت کے پیش نظر یہ حکم دیا تھا کہ دماغ روشن ہوں گے تو بہترین طریق پر اسلام کا پیغام آگے پہنچا سکیں گے۔ اگر آپ ﷺ کے ذہن میں یہ بات ہوتی جس کا آج کل آپ ﷺ پر الزام لگایا جاتا ہے کہ نعوذ باللہ آپ تلوار کے زور پر ساری دنیا کو زیر نگیں کرنا چاہتے تھے تو یہ حکم پھر آپؐ کبھی نہ دیتے کہ جو اتنے بچوں کو پڑھنا لکھنا سکھا دے گا اس کو آزادی مل جائے گی۔ بلکہ اس کی جگہ یہ ہوتا کہ اگر جرمانہ دے کر رہائی نہیں پا سکتے تھے تو اگر کوئی قیدی لڑائی کا خاص قسم کا ہنر اور فن جانتا ہے تو وہ سکھائے گا تو رہائی ہوگی۔ لیکن آپؐ نے تو علم و حکمت کی طرف اپنی اُمّت کو توجہ دلائی۔

پس ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ آج ہمارے غالب آنے کے ذرائع بھی علم و حکمت ہی ہیں۔ تبلیغ کے لئے ایسے ذرائع استعمال کئے جائیں جو حکمت سے پُر ہوں۔ اس لئے علم سیکھنے کی طرف بھی ضرور توجہ ہونی چاہئے۔ اس بارے میں خدا تعالیٰ نے ہمیں قرآن میں بھی حکم فرمایا ہے جیسا کہ فرماتا ہے۔ اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ۔ اِنَّ رَبَّکَ ھُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِہٖ وَھُوْ اَعْلَمُ بِالْمُھْتَدِیْنَ (النحل:126)۔ اپنے ربّ کی طرف حکمت کے ساتھ اور اچھی نصیحت کے ساتھ دعوت دے اور ان سے ایسی دلیل کے ساتھ بحث کر جو بہترین ہو۔ یقیناً تیرا ربّ ہی اسے جو اس کے راستے سے بھٹک چکا ہو سب سے زیادہ جانتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کا بھی سب سے زیادہ علم رکھتا ہے۔

پس یہ حکم ہے تبلیغ کرنے والوں کو کہ موقع محل کے لحاظ سے حکمت سے بات کرو۔ دوسرے کے بارے میں بھی صحیح علم ہو تاکہ صحیح دلیل کے ساتھ جواب دے سکو اور صرف خشک دلیلوں اور کج بحثی میں نہ پڑو۔ مومن کو حکمت اور فراست ہوتی ہے اور علم کے ساتھ یہ بڑھتی ہے۔ اگر ڈھٹائی نظر آئے دوسرے فریق میں تو جیسے کہ پہلے بھی مَیں نے کہا تھا، حکمت یہی ہے کہ پھر ایسی مجلس سے اٹھ جاؤ اور اللہ تعالیٰ کا حکم بھی یہی ہے یا بحث ختم کر دو جب تک کہ دوسرا فریق دلیل اور حکمت سے بات کرنے پر تیار نہ ہو اور یہی طریق عموماً تبلیغ میں دوسرے کے دل کو نرم کرنے اور بات سننے کا ذریعہ بنتا ہے اور بنے گا۔ باقی یہ کہ ہدایت کسی کے حصہ میں آتی ہے کہ نہیں یہ اللہ تعالیٰ کو ہی پتہ ہے۔ ہمارا کام حکمت سے پیغام پہنچاتے چلے جانا ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے جسے ہم مختلف مضامین کے ساتھ کئی دفعہ پڑھ چکے ہیں، سن چکے ہیں۔ علی بن حسین سے روایت ہے کہ حضرت صفیہؓ زوجہ مطہرہ رسولِ کریم ﷺ نے بتایا کہ ایک دفعہ وہ آنحضرت ﷺ کو ملنے گئیں جبکہ آپؐ مسجد میں رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھے ہوئے تھے۔ رات کے وقت کچھ دیر باتیں کیں اور پھر وہ واپس جانے لگیں۔ رسول کریم ﷺ دروازے تک چھوڑنے گئے۔ جب آپ مسجد کے دروازے تک پہنچیں جو حضرت اُمّ سلمہ کے حجرہ کے ساتھ تھا تو انصار میں سے دو شخص ان دونوں کے پاس سے گزرے اور رسول اللہ ﷺ کو سلام کر کے تیزی سے چل پڑے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ٹھہرو۔ یہ صفیہ بنت حُیّی ہے۔ ان دونوں نے کہا سبحان اللہ یا رسول اللہ! اور یہ بات ان دونوں کو گراں گزری۔ آپؐ نے فرمایا: یقیناً شیطان انسان کے جسم میں خون کے دوڑنے کی طرح دوڑتا ہے اور میں ڈرا کہ وہ تمہارے دلوں میں بدگمانی نہ ڈالے۔ (صحیح بخاری ۔کتاب الادب۔ باب التکبیر والتسبیح عند التعجب)

اب دیکھیں بدظنی سے بچانے کے لئے آپؐ نے فوری طور پر یہ پُر حکمت فیصلہ فرمایا۔ یہ سبق ہے کہ دوسرے کو کسی بھی قسم کی ٹھوکر لگنے سے بچانے کے لئے کوشش کرنی چاہئے۔ اگر کوئی اتنا ہی بدقسمت ہے کہ جس نے بدظنیوں پر اڑے رہنا ہے تو اور بات ہے ورنہ ہر ایک کو دوسرے کو بچانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ خاص طور پر عہدیداران کو بھی اس طرف توجہ دینی چاہئے کسی بھی صورت میں کوئی ایسی حرکت نہ ہو جو کسی کی ٹھوکر کا باعث بنے۔ ضروری نہیں کہ بڑے بڑے معاملات ٹھوکر کا باعث بنتے ہیں بعض دفعہ بڑی معمولی باتیں دوسرے کی ٹھوکر کا باعث بن جاتی ہیں تو ایسی صورت میں وضاحت کر کے شکوک کو دُور کرنے کی کوشش کرنی چاہئے تاکہ دوسرا ٹھوکر سے بچے اور اپنے ایمان کو ضائع ہونے سے بچائے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے کہ دوسرے گھروں میں اجازت لے کر داخل ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِکُمْ حَتّٰی تَسْتَأْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓی اَھْلِھَا (النور:28) یعنی اپنے گھروں کے سوا کسی دوسرے کے گھر میں بغیر اجازت اور سلام کے داخل نہ ہو۔ یہ بڑا پُر حکمت اور اعلیٰ اخلاق کی طرف توجہ دلانے والا حکم ہے۔

ایک روایت میں آتا ہے حضرت سہلؓ بن سعد بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور ﷺ کے حجرے کے سوراخ میں سے اندر جھانکا جبکہ نبی کریم ﷺ کنگھی سے سر کھجا رہے تھے یا کنگھی کر رہے تھے۔ تو آپؐ نے فرمایا اگر مجھے معلوم ہو جاتا کہ تُو جھانک رہا ہے تو مَیں یہ کنگھی تیری آنکھ میں چبھوتا۔ پھر فرمایا دیکھنے کی وجہ سے ہی گھر میں اجازت لے کر داخل ہونے کا حکم دیا گیا ہے۔ (صحیح بخاری۔کتاب الدیات۔ باب من اطلع فی بیت قوم ففقئوا)۔ تو آنحضرت ﷺ کو یہ برداشت نہیں تھا کہ جن اعلیٰ اخلاق کو قائم کرنے کے لئے آپؐ آئے ہیں اور جس پُر حکمت تعلیم کو پھیلانے کے لئے آپؐ آئے ہیں کوئی اس سے ذرا بھی پرے ہٹنے والا ہو۔ آپؐ نے بڑی سختی سے اُس جھانکنے والے کا نوٹس لیا اور اُسے بڑے سخت الفاظ میں تنبیہ فرمائی کہ اگر مجھے پتہ لگ جاتا تو میں یہ کنگھی تیری آنکھ میں چبھو دیتا۔

پھر ایک حکم ہے اللہ تعالیٰ کا کہ مومن اس پر توکل کریں۔ لیکن بعض اس کو غلط سمجھتے ہیں اور جو اسباب اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائے ہیں ان کا استعمال نہیں کرتے اور اسی طرح آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ایک دفعہ ہوا کہ اسباب کے استعمال نہ کرنے کے بارے میں پوچھا۔ کیونکہ یہ حکمت سے عاری بات ہے۔ اسباب بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائے ہوئے ہیں اس لئے ان کا استعمال ضروری ہے۔ تو ایسے پوچھنے والے ایک شخص نے جب حضرت رسول کریم ﷺ سے یہ سوال پوچھا کہ کیا مَیں اونٹ کا گھٹنا باندھ کے خدا پر توکل کروں یا اونٹ کو کھلا چھوڑ دوں اور خدا پر توکل کروں تو حضرت رسول کریم ﷺ نے فرمایا اَعْقِلْھَا وَتَوَکَّلْ۔ اونٹ کا گھٹنا باندھو اور توکل کرو۔ (سنن الترمذی کتاب صفۃ القیامۃ والرقائق)

پھر قومی معاملات میں آپؐ کے پُر حکمت فیصلے تھے۔ غزوۂ اُحد میں سب جانتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے ایک پُر حکمت فیصلہ کو نہ ماننے کی وجہ سے مسلمانوں کو نقصان پہنچا اور خود آنحضرت ﷺ کی ذات کو بھی جسمانی نقصان پہنچا، زخم آئے، دانت شہید ہوا۔ مسلمانوں کی جنگ کے بعد جو حالت تھی گو کہ اس کو شکست تو نہیں کہنا چاہئے لیکن فتح حاصل کرتے کرتے پانسہ پلٹ گیا تھا۔ بہر حال جب جنگ ختم ہوئی تو مسلمانوں کا زخموں اور تھکن کی وجہ سے بہت برا حال تھا تو ''غزوۂ اُحد کے اگلے دن جب کہ رسول کریم ﷺ اپنے صحابہ کے ہمراہ مدینہ پہنچ چکے تھے تو رسول کریم ﷺ کو یہ اطلاع ملی کہ کفار مکّہ دوبارہ مدینہ پر حملہ آور ہونے کی تیاری کر رہے ہیں۔ کیونکہ بعض قریش ایک دوسرے کو یہ طعنے دے رہے تھے کہ نہ تو تم نے محمد (ﷺ) کو قتل کیا (نعوذ باللہ) اور نہ مسلمان عورتوں کو لونڈیاں بنایا اور نہ ان کے مال ومتاع پر قبضہ کیا۔ اس پر رسول کریم ﷺ نے ان کے تعاقب کا فیصلہ فرمایا۔ حضور ﷺ نے اس بات کا اعلان کروایا کہ ہم دشمن کا تعاقب کریں گے اور اس تعاقب کے لئے میرے ساتھ صرف وہ صحابہ شامل ہوں گے جو گزشتہ روز غزوۂ اُحد میں شامل ہوئے تھے''۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد۔ جلد دوم صفحہ 274۔غزوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حمراء الاسد)

یہ آپؐ کا ایک پُر حکمت فیصلہ تھا کہ مسلمانوں کا حوصلہ بلند رہے۔ وہ لوگ جو جنگ سے آئے ہیں، تقریباً ہاری ہوئی صورت حال تھی، وہ مایوس نہ ہو جائیں کہیں۔ ان کے حوصلے بھی بلند رہیں اور دشمن پر رعب بھی پڑے کہ یہ نہ سمجھو کہ تم فتح حاصل کر کے گئے ہو بلکہ یہ تو معمولی سا پانسہ پلٹ گیا تھا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب یہ تعاقب میں گئے تو دشمن کو جرأت نہ ہوئی کہ واپس مڑیں اور حملہ کریں۔ وہ چلے گئے۔

اللہ تعالیٰ نے کیونکہ آپ کو تمام دنیا کی راہنمائی اور حکمت کے لئے مبعوث فرمانا تھا۔ اس لئے آپ کو زمانہ نبوت سے پہلے ہی پُر حکمت تعلیم پھیلانے کے لئے حکیم خدا نے تیار کر لیا تھا اور آپؐ کے فیصلے نبوت سے پہلے بھی ایسے تھے جن کو لوگ پسند کرتے تھے۔ ان میں سے ایک واقعہ جو تعمیر کعبہ کا واقعہ ہے اس کا ذکر آتا ہے کہ حجر اسود کی تنصیب کے لئے قبائل کا باہم اختلاف ہو گیا اور نوبت آپس میں جنگ تک پہنچ گئی۔ چار پانچ دن تک اس کا کوئی حل نظر نہیں آ رہا تھا۔ ایک دن قریش جمع ہوئے اور آپس میں مشورہ کیا تو ابو امیہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مکتوم، جو قریش کے سب سے بوڑھے شخص تھے اس نے کہا کہ اے قریش آپس میں یہ طے کر لو کہ تمہارے اس اختلاف کا وہ شخص فیصلہ کرے گا جو کل سب سے پہلے بیت اللہ میں آئے گا۔ چنانچہ انہوں نے یہ تجویز مان لی اور اگلے روز انہوں نے دیکھا کہ سب سے پہلے بیت اللہ میں داخل ہونے والے رسول اللہ ﷺ تھے۔ چنانچہ انہوں نے آپؐ کو دیکھا اور کہا یہ امین آ گیا۔ ہم خوش ہو گئے۔ یہ محمد (ﷺ) ہیں۔ چنانچہ وہ ان کے پاس پہنچے اور قریش نے اپنا سارا جھگڑا آپؐ کو بتایا تو آپؐ نے فرمایا کہ ایک کپڑا لاؤ۔ چنانچہ آپؐ کو کپڑا پیش کیا گیا۔ آنحضور ﷺ نے کپڑا بچھایا اور حجر اسود کو اٹھا کر اس چادر پر رکھ دیا۔ پھر آپ نے ہر قبیلہ کے سردار کو کہا کہ اس چادر کا کونہ پکڑ لو اور پھر سب مل کر حجر اسود کو اٹھاؤ اور اس کی جگہ کے قریب لے کر آؤ۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور آپؐ نے پھر وہاں سے اٹھا کر حجر اسود کو اس کی اصل جگہ پر رکھ دیا''۔ آپؐ نے یہ ایسا پُر حکمت فیصلہ کیا تھا جس نے وہاں ان قبائل کو قتل وغارت سے بچا لیا۔ ان کی جنگیں تو پھر سالہا سال تک چلتی تھیں۔ پتہ نہیں کتنے قتل ہو جاتے اور کب تک ہوتے چلے جاتے۔

آپؐ کو حکمت سے خدا تعالیٰ نے کس طرح بھرا۔ اس کے بارہ میں ایک روایت آتی ہے۔ حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ذرؓ نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مَیں مکّہ میں تھا کہ میرے گھر کی چھت کھولی گئی اور جبرائیل نازل ہوئے۔ انہوں نے میرا سینہ کھولا۔ پھر اسے آبِ زمزم سے دھویا۔ پھر ایک سونے کا طشت لائے جو کہ حکمت اور ایمان سے بھرا ہوا تھا۔ پھر اسے میرے سینے میں انڈیل دیا۔ پھر اسے بند کر دیا۔ پھر میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے ورلے آسمان کی طرف لے گئے۔

(صحیح بخاری۔کتاب الصلاۃ۔ باب کیف فرضت الصلاۃ فی الاسراء)

ہشام بن زیدؓ بن انس روایت کرتے ہیں کہ مَیں نے حضرت انسؓ بن مالک کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ایک مرتبہ ایک یہودی رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزرا اور اس نے اَلسَّامُ عَلَیْکَ کہا یعنی تجھ پر ہلاکت ہو۔ آپؐ نے اس کے جواب میں فرمایا عَلَیْکَ۔ تم پر۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ تمہیں پتہ چلا ہے کہ اس نے کیا کہا تھا۔ پھر آپؐ نے بتایا کہ اس نے اَلسَّامُ عَلَیْکَ کہا تھا۔ صحابہؓ نے یہودیوں کی یہ حرکت دیکھی تو آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا ہم اس کو قتل نہ کر دیں۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا نہیں، اسے قتل نہ کرو۔ اہل کتاب میں سے کوئی شخص جو تمہیں سَلام کہے تو تم اس کو وَعَلَیْکُم کہہ کر جواب دے دیا کرو۔ (صحیح بخاری۔ کتاب استتابۃ المرتدین والمعاندین وقتالھم باب اذاعرض الذمی وغیرہ بسبّ النبیؐ ولم یصرح نحوقولہ السام علیک)۔ بجائے اس کے کہ جھگڑا فساد لڑائیاں پیدا ہوں مختصر جواب دو اور جھگڑوں سے بچو۔

سعیدؓ بن ابی سعید بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول کریم ﷺ نے نجد کی طرف مہم بھیجی جو بنو حنیفہ کے ایک شخص کو قیدی بنا کر لائے۔ جس کا نام ثُمامہ بن اثال تھا۔ صحابہؓ نے اسے مسجد نبوی کے ستون کے ساتھ باندھ دیا۔ رسول کریم ﷺ اس کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ اے ثمامہ! تیرے پاس کیا عذر ہے یا تیرا کیا خیال ہے کہ تجھ سے کیا معاملہ ہو گا۔ اس نے کہا میرا ظن اچھا ہے۔ اگر آپؐ مجھے قتل کر دیں تو آپؐ ایک خون بہانے والے شخص کو قتل کریں گے۔ اگر آپؐ انعام کریں تو آپ ایک ایسے شخص پر انعام کریں گے جو کہ احسان کی قدر دانی کرنے والا ہے۔ اور اگر آپؐ مال چاہتے ہیں تو جتنا چاہے لے لیں۔ یہاں تک اگلا دن چڑھ آیا۔ آپؐ پھر تشریف لائے اور ثمامہ سے پوچھا کیا ارادہ ہے؟ چنانچہ ثمامہ نے عرض کیا مَیں تو کل ہی آپؐ سے عرض کر چکا تھا کہ اگر آپؐ انعام کریں تو آپؐ ایسے شخص پر انعام کریں گے جو کہ احسان کی قدر دانی کرنے والا ہے۔ آپؐ نے اس کو وہیں چھوڑا یہاں تک کہ تیسرا دن چڑھ آیا۔ آپؐ نے فرمایا اے ثمامہ تیرا کیا ارادہ ہے؟ اس نے عرض کی جو کچھ مَیں نے کہنا تھا کہہ چکا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اسے آزاد کر دو۔ ثمامہ مسجد کے قریب کھجوروں کے باغ میں گیا، غسل کیا اور مسجد میں داخل ہو کر کلمہ شہادت پڑھا اور کہا اے محمد ﷺ بخدا مجھے دنیا میں سب سے زیادہ ناپسند آپؐ کا چہرہ ہوا کرتا تھا اور اب یہ حالت ہے کہ مجھے سب سے زیادہ محبوب آپؐ کا چہرہ ہے۔ بخدا مجھے دنیا میں سب سے زیادہ ناپسند آپؐ کا دین ہوا کرتا تھا لیکن اب یہ حالت ہے کہ میرا محبوب ترین دین آپؐ کا لایا ہوا دین ہے۔ بخدا مَیں سب سے زیادہ ناپسند آپ کے شہر کو کرتا تھا۔ اب یہی شہر میرا محبوب ترین شہر ہے۔ آپؐ کے گھڑ سواروں نے مجھے پکڑ لیا جب کہ مَیں عمرہ کرنا چاہتا تھا۔ آپؐ اس کے بارے میں کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے خوشخبری دی اور اسے عمرہ کرنے کا حکم فرمایا۔ جب وہ مکّہ پہنچا تو کسی نے کہا کیا تو صابی ہو گیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ نہیں مَیں محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لے آیا ہوں۔

(بخاری کتاب المغازی۔باب وفد بنی حنیفہ وحدیث ثمامۃ بن اثال)

آپؐ نے تین دن تک اسے اسلام کی تعلیم سے آگاہ کرنے کا بڑا پُر حکمت طریقہ اختیار فرمایا تا کہ یہ دیکھ لے کہ مسلمان کس طرح عبادت کرتے ہیں۔ کتنا ان میں خلوص ہے۔ اپنے ربّ کے آگے کس طرح گڑگڑاتے ہیں۔ کس طرح رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عشق و محبت کا اظہار کرتے ہیں۔ اور کیا تعلیم آپ ﷺ اپنے ماننے والوں کو دیتے ہیں۔ کوئی براہ راست تبلیغ نہیں تھی۔ صرف روزانہ یہ پوچھتے تھے کہ کیا ارادہ ہے تا کہ دیکھیں کہ اس کو اثر ہوا ہے کہ نہیں اور تیسرے دن آپؐ کے نورِ فراست نے یہ پہچان لیا کہ اب اس میں نرمی آ گئی ہے۔ اس لئے بغیر کسی اقرار کے اس کو چھوڑ دیا اور پھر جو نتیجہ نکلا اس سے ثابت ہوا کہ آپؐ کا خیال صحیح تھا۔ اس نے اسلام قبول کر لیا۔

پھر صلح حدیبیہ کا ایک واقعہ ہے کس طرح آپ کی قیافہ شناسی تھی اور حکمت سے آپ نے ایک کام کروا دیا جس کا قریش کے ایک سردار پر اثر ہوا۔ جب صلح حدیبیہ کے دوران عروہ بن مسعود نے واپس جا کر قریش کو بتایا (اس کو حضرت میاں بشیر احمد صاحب نے سیرۃ خاتم الانبیاء میں اپنے انداز سے بیان فرمایا ہے) کہ لوگو! مَیں نے دنیا میں بہت سفر کیا ہے۔ بادشاہوں کے دربار میں بھی شامل ہوا ہوں قیصر و کسریٰ کے سامنے بطور وفد کے بھی پیش ہوا ہوں مگر خدا کی قسم جس طرح مَیں نے محمد ﷺ کے صحابیوں کو محمد ﷺ کی عزت کرتے دیکھا ہے ایسا مَیں نے کسی اور جگہ نہیں دیکھا۔ عروہ کی یہ گفتگو سن کر قبیلہ بنو کنانہ کے ایک رئیس نے جس کا نام حُلَیس بن علقمہ تھا قریش سے کہا کہ اگر آپ لوگ پسند کریں تو مَیں محمد ﷺ کے پاس جاتا ہوں۔ انہوں نے کہا ہاں جاؤ دیکھو۔ کوئی فیصلہ کر کے آؤ۔ چنانچہ یہ شخص حدیبیہ میں آیا اور جب آنحضور ﷺ نے اُسے دُور سے آتے دیکھا تو صحابہؓ سے فرمایا کہ یہ شخص جو ہماری طرف آ رہا ہے ایسے قبیلے سے تعلق رکھتا ہے جو قربانی کے منظر کو پسند کرتا ہے۔ فوراً آپؐ نے یہ پُر حکمت فیصلہ فرمایا۔ اور حکم دیا۔ (کیونکہ آپؐ جنگ و جدل کو نہیں چاہتے تھے اور نہ وہاں جنگ و جدل کے لئے گئے تھے بلکہ امن سے حج کرنا چاہتے تھے)۔ آپؐ نے فرمایا کہ فوراً اپنی قربانی کے جانوروں کو اکٹھا کرو اور سامنے لاؤ تا کہ اسے پتہ لگے اور احساس ہو کہ ہم کس غرض سے آئے ہیں۔ چنانچہ صحابہؓ اپنے قربانی کے جانوروں کو ہنکاتے ہوئے اور تکبیر کی آواز بلند کرتے ہوئے سامنے جمع ہو گئے کیونکہ آپؐ نے فرمایا تھا کہ یہ جس قبیلے سے تعلق رکھتا ہے یہ لوگ قربانی کے مناظر کو بہت پسند کرتے ہیں۔ اس لئے آپؐ نے فوراً یہ فیصلہ فرمایا کہ ان کی طبیعت کے مطابق فوراً عمل کیا جائے اور صحابہؓ اپنی قربانی کی بھیڑوں کو ہانکتے ہوئے اور تکبیر کی آواز بلند کرتے ہوئے جمع کر کے اس کے سامنے لے آئے۔ جب اس نے یہ نظارہ دیکھا تو کہنے لگا سبحان اللہ! سبحان اللہ! یہ تو حاجی لوگ ہیں۔ انہیں بیت اللہ کے طواف سے کس طرح روکا جا سکتا ہے۔ چنانچہ وہ جلد ہی قریش کی طرف واپس لوٹ گیا اور قریش کو کہنے لگا کہ مَیں نے دیکھا ہے کہ مسلمانوں نے اپنے جانوروں کے گلوں میں قربانی کے ہار باندھ رکھے ہیں اور ان پر قربانی کے نشان لگائے ہوئے ہیں۔ پس یہ کسی طرح مناسب نہیں کہ انہیں

طواف کعبہ سے روکا جائے۔ لیکن بہرحال کیونکہ اس وقت کفّار کی، قریش کی دو مختلف رائیں تھیں۔ ایک اجازت دینا چاہتا تھا۔ دوسرا نہیں چاہتا تھا۔ اس لئے بہرحال اس سال فیصلہ یہی ہوا کہ حج نہیں ہوگا اور بعد میں اللہ تعالیٰ نے اس کے بہتر نتائج پیدا فرمائے۔ (ماخوذ از سیرت خاتم النبیین حصہ سوم۔صفحہ758)

پھر فتح مکّہ کے موقع پر بھی تاریخ میں ابوسفیان کا ایک واقعہ درج ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اسے اپنے انداز میں بیان فرمایا ہے۔ جب ابوسفیان گرفتار ہوکر رسول کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ تو محمد رسول اللہ ﷺ نے اسے فرمایا: ''مانگو کیا مانگتے ہو''۔ کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپؐ اپنی قوم پر رحم نہیں کریں گے۔ آپؐ تو بڑے رحیم و کریم ہیں اور پھر مَیں آپؐ کا رشتہ دار بھی ہوں، بھائی ہوں اور میرا کوئی اعزاز بھی ہونا چاہئے کیونکہ اب مَیں مسلمان بھی ہوگیا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا اچھا جاؤ مکّہ میں اعلان کر دو کہ جو شخص ابو سفیان کے گھر میں گھسے گا اسے پناہ دی جائے گی۔ کہنے لگا یا رسول اللہؐ میرے گھر میں کتنے لوگ آ جائیں گے۔ اتنا بڑا شہر، میرے گھر میں کتنے لوگ امن پائیں گے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اچھا جاؤ۔ جو شخص خانہ کعبہ میں چلا جائے گا اسے امان دی جائے گی۔ ابوسفیان نے کہا یا رسول اللہ ﷺ خانہ کعبہ بھی چھوٹی سی جگہ ہے کتنے لوگ اس میں چلے جائیں گے پھر بھی لوگ رہ جائیں گے۔ آپؐ نے فرمایا اچھا جو اپنے گھر کے دروازے بند کرلیں گے انہیں بھی پناہ دی جائے گی۔ اس نے کہا یا رسول اللہ گلیوں والے جو ہیں وہ بیچارے کیا کریں گے؟ تو آپؐ نے فرمایا اچھا؟ آپؐ نے ایک جھنڈا بنایا اور فرمایا کہ یہ بلالؓ کا جھنڈا ہے۔ ابی رویحہؓ ایک صحابی تھے۔ آپؐ نے مدینہ میں جب مہاجرین اور انصار کی آپس میں مواخات شروع کی تھی اور ایک دوسرے کا بھائی بھائی بنایا تھا، تو ابی رویحہ کو بلالؓ کا بھائی بنایا تھا۔ مصلح موعودؓ لکھتے ہیں یہ ان کی اپنی رائے ہے کہ شاید اس وقت بلالؓ وہاں نہیں تھے یا کوئی اور مصلحت تھی تو بہرحال آپؐ نے بلالؓ کا جھنڈا بنایا اور ابی رویحہ کے سپرد کر دیا جو انصاری تھے اور فرمایا کہ یہ بلالؓ کا جھنڈا ہے۔ یہ اسے لے کر چوک میں کھڑا ہو جائے اور اعلان کر دے کہ جو اس جھنڈے تلے کھڑا ہو جائے گا، جھنڈے تلے آ جائے گا اس کی بھی جان بخشی کر دی جائے گی۔ ابوسفیان نے کہا ٹھیک ہے۔ اب کافی ہے۔ مجھے اجازت دیں۔ مَیں جا کر اعلان کرتا ہوں۔

تو کیونکہ قریش مکّہ کا جو سردار تھا وہ خود ہی ہتھیار پھینک چکا تھا۔ اس لئے گھبراہٹ کی کوئی ایسی بات تو تھی نہیں۔ وہ مکّہ میں داخل ہوا اور اس نے اعلان کر دیا کہ اپنے اپنے گھروں کے دروازے بند کرلو اور کوئی باہر نہ نکلے۔ خانہ کعبہ میں چلے جاؤ اور یہ بلالؓ کا جھنڈا ہے جو اس کے نیچے آ جائے ان سب کو پناہ دی جائے گی۔ ان سب کی جان بخشی جائے گی اور کچھ نہیں کہا جائے گا۔ لیکن اپنے ہتھیار باہر لا کر پھینک دو۔ تو لوگوں نے اپنے ہتھیار باہر لا کر پھینکنا شروع کر دیئے اور حضرت بلالؓ کے جھنڈے تلے جمع ہونا شروع ہوگئے۔

اس واقعہ کا حضرت مصلح موعودؓ نے یہ تجزیہ کیا ہے کہ اس میں جو سب سے عظیم الشان بات ہے وہ بلالؓ کا جھنڈا ہے کہ رسول کریم ﷺ بلالؓ کا جھنڈا بناتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جو شخص بلالؓ کے جھنڈے کے نیچے کھڑا ہو جائے گا اسے پناہ دی جائے گی حالانکہ سردار تو محمد رسول اللہ ﷺ تھے۔ مگر آنحضرت ﷺ نے اپنا کوئی جھنڈا کھڑا نہیں کیا۔ آپؐ کے بعد قربانی کرنے والے حضرت ابوبکرؓ تھے، حضرت عمرؓ تھے، حضرت عثمانؓ تھے، حضرت علیؓ تھے، لیکن کسی کا بھی جھنڈا کھڑا نہیں کیا گیا۔ اس کے بعد خالد بن ولید تھے اور لیڈر تھے سردار تھے وہاں کسی کا جھنڈا نہیں بنایا۔ آنحضرت ﷺ نے اگر جھنڈا بنایا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا بنایا۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس کی وجہ کیا تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ خانہ کعبہ پر جو حملہ ہونے لگا تھا، ابوبکر دیکھ رہے تھے کہ جن کو مارا جانے والا ہے وہ اس کے بھائی بند ہیں۔ انہوں نے خود بھی کہہ دیا تھا کہ یا رسول اللہ! کیا اپنے بھائیوں کو ماریں گے۔ وہ ان ظلموں کو بھول چکے تھے جو مسلمانوں پر کئے جاتے تھے۔ حضرت عمرؓ تھے تو انہوں نے بظاہر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں یہی عرض کیا کہ ان کافروں کو ماریں، ان سے بدلہ لیں لیکن دل میں یہی کہتے ہوں گے کہ ہمارے بھائی ہیں۔ اگر بخشے جائیں تو اچھا ہے۔ اسی طرح حضرت عثمانؓ ہیں، علیؓ ہیں یا باقی جو سردار تھے سب کی رشتہ داریاں اور ہمدردیاں کسی نہ کسی صورت میں مکہ کے رہنے والوں کے ساتھ تھیں۔ صرف ایک شخص تھا جس کی مکّہ میں کوئی رشتہ داری نہیں تھی۔ جس کی مکّہ میں کوئی طاقت نہیں تھی۔ جس کا مکّہ میں کوئی ساتھی نہ تھا اور اس کی بیکسی کی حالت میں اس پر وہ ظلم کیا جاتا تھا جو نہ ابوبکرؓ پہ ہوا، نہ حضرت عمرؓ پہ ہوا، نہ حضرت علیؓ پر ہوا، نہ حضرت عثمانؓ پر ہوا اور نہ آنحضرت ﷺ پر۔ مکّہ میں اس طرح ہوا کہ جلتی اور تپتی ہوئی ریت پر حضرت بلالؓ کو ننگا لٹا دیا جاتا تھا۔ ان کو ننگا کر کے تپتی ریت پر لٹایا جاتا تھا۔ پھر کیلوں والے جوتے پہن کر نوجوان ان کے سینے پر ناچتے تھے اور کہتے تھے کہ کہو خدا کے سوا اور کئی معبود ہیں۔ کہو محمد رسول اللہ جھوٹے ہیں، (نعوذ باللہ) اور جب وہ مارتے تھے تو بلال آگے سے اپنی حبشی زبان میں یہی کہتے تھے اَسْھَدُاَنْ لَّااِلٰہَ اِلَّااللّٰہ، اَسْھَدُاَنْ لَّااِلٰہَ اِلَّااللّٰہ وہ شخص آگے سے یہی جواب دیتے تھے کہ جتنا مرضی ظلم کر لو مَیں نے جب دیکھ لیا کہ خدا ایک ہے تو دو کس طرح کہہ دوں اور جب مجھے پتہ ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو مَیں کس طرح کہوں کہ وہ نہیں ہیں، وہ جھوٹے ہیں۔ اس پر وہ انہیں اور مارتے تھے۔ گرمیوں میں اور سردیوں میں بھی ننگا کر کے پتھروں پر گھسیٹتے تھے۔ اُن کی کھال زخمی ہو جاتی تھی۔ چمڑا اکھڑ جاتا تھا لیکن وہ ہمیشہ یہی کہتے تھے کہ اَسْھَدُاَنْ لَّااِلٰہَ اِلَّااللّٰہ، اَسْھَدُاَنْ لَّااِلٰہَ اِلَّااللّٰہ اور محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ تو حضرت بلالؓ کے دل میں یہ خیال آ سکتا تھا یا آیا ہوگا کہ آج ان بوٹوں کا بدلہ لیا جائے گا۔ آج اُن ماروں کا معاوضہ مجھے ملے گا۔ لیکن آنحضرت ﷺ نے جب ابوسفیان کو یہ فرمایا کہ جو تمہارے جھنڈے تلے آ جائے، جو خانہ کعبہ میں آ جائے، دروازے بند کر لے ان سب کو معاف کیا جاتا ہے۔ تو بلالؓ کے دل میں یہ خیال آیا ہوگا کہ اپنے بھائیوں کو معاف کر رہے ہیں اچھا کر رہے ہیں لیکن میرا بدلہ کس طرح لیا جائے گا؟ کیونکہ وہ دن ایسا تھا کہ اس دن صرف اس شخص کو تکلیف پہنچ سکتی تھی جس کا وہاں کوئی نہیں تھا اور جس پر بے انتہا ظلم ہوئے تھے۔ تو آنحضرت ﷺ نے حضرت بلالؓ کے بدلے کا ایک نیا طریقہ نکالا۔ آپؐ نے فرمایا کہ حضرت بلالؓ کے ظلموں کا مَیں بدلہ لوں گا اور ایسا بدلہ لوں گا کہ جس سے میری نبوت کی شان بھی باقی رہے اور بلال کا دل بھی خوش ہو جائے۔ آپ نے فرمایا بلالؓ کا جھنڈا کھڑا کرو اور مکّہ کے سردار جو جوتیاں لے کر حضرت بلالؓ کے سینے پر ناچا کرتے تھے، جو اُن کے پاؤں میں رسّی ڈال کے انہیں گھسیٹا کرتے تھے، جو انہیں تپتی ریت پر لٹاتے تھے کہ کہہ دو کہ اللہ ایک نہیں ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ اللہ کے رسول نہیں ہیں، تبھی تمہاری جان بچے گی اور تم آزادی سے زندگی گزار سکو گے، اُن کے لئے آنحضرت ﷺ نے اعلان فرمایا کہ اس بلالؓ کے جھنڈے تلے جمع ہو جاؤ جس پر تم ظلم کیا کرتے تھے اور آج اس بلالؓ کے جھنڈے تلے جمع ہو کر ہی تمہاری جان بھی بچے گی اور تمہارے بیوی بچوں کی جان بھی بچے گی۔ تو حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ مَیں سمجھتا ہوں کہ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے، جب سے انسان کو طاقت حاصل ہوئی ہے اور جب سے کوئی انسان دوسرے انسان سے اپنے خون کا بدلہ لینے کے لئے تیار ہوا ہے، اس کو طاقت ملی ہے اس قسم کا عظیم الشان بدلہ کسی انسان نے نہیں لیا۔ بلالؓ کا جھنڈا خانہ کعبہ کے سامنے میدان میں گاڑا گیا اور عرب کے وہ رؤسا جو اُنہیں پیروں کے نیچے مسلا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ بولتا ہے کہ نہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ اللہ کے رسول نہیں ہیں اور جھوٹے ہیں، وہی لوگ اب دوڑ دوڑ کر اپنے بیوی بچوں کے ہاتھ پکڑ کر اور لا لا کر بلال کے جھنڈے تلے جمع کر رہے تھے تا کہ ان کی جان بچ جائے تو یہ بدلہ لیا جا رہا تھا۔ اُس وقت بلالؓ کا دل اور ان کی جان کس طرح محمد رسول ﷺ پر نچھاور ہو رہی ہوگی۔ وہ کہتے ہوں گے کہ خبر نہیں کہ مَیں نے ان کفّار سے بدلہ لینا تھا کہ نہیں، یا لے بھی سکتا تھا یا نہیں لیکن اب وہ بدلہ لیا گیا ہے کہ ہر شخص جس کی جوتیاں میرے سینے پر پڑتی تھیں اس کے سر کو آنحضرت ﷺ نے میری جوتی پر جھکا دیا ہے۔

(ماخوذ از سیر روحانی صفحہ 560تا 563)

پھر اس پُرحکمت فیصلے نے بلالؓ کے جھنڈے تلے آنے والوں کو یہ بھی بتا دیا کہ وہ جسے تم غلام سمجھتے تھے وہ جس کا کوئی قبیلہ، کوئی رشتہ دار مکّہ میں نہیں تھا۔ وہ جسے ایک حقیر اور پاؤں کی ٹھوکر سے اڑانے والا شخص سمجھ کر تم نے اس پر ظلم کی انتہا کر دی تھی۔ آج سن لو اور دیکھ لو کہ طاقت والے تم نہیں، غالب تم نہیں، عزیز تم نہیں، عزیز تو بلالؓ کا خدا ہے۔ عزیز تو محمد رسول ﷺ کا خدا ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ تو اس عزیز حکیم خدا کی صفات اپنائے ہوئے ہیں اور یہ صفات اپنائے ہوئے ہیں۔ اس طرح غلبہ کے بعد بدلہ لیتے ہیں جس میں تکبر اور نخوت نہیں۔ ہوش و حواس سے عاری ہو کر دشمن کو تہس نہس نہیں کرتے بلکہ حکمت سے ایسے فیصلے کرتے ہیں جس میں بدلہ بھی ہے اور تمہیں اپنی غلطیوں کا احساس دلانے کی طرف توجہ بھی ہے۔ آج حکمت کا تقاضا ہے کہ اس عزیز خدا کی پہچان کروانے کے لئے تمہاری نظروں میں جو کمترین انسان تھا بلکہ تم اسے جانوروں سے بھی بدتر سمجھتے تھے اس کے جھنڈے کے نیچے جمع ہونے کے لئے تمہیں کہا جائے تا کہ تمہیں یہ بھی احساس ہو کہ جب تم بلال کے لئے ظلم کی بھٹیاں جلاتے تھے اور اپنے زُعم میں اپنے آپ کو عزیز سمجھتے تھے اور خیال کرتے تھے کہ اس ذلیل اور حکمت سے عاری شخص پر ظلم کرو تو یہ اپنے دین سے پھر جائے گا۔ اُس دین سے پھر جائے گا۔ جو تمہارے خیال میں حکمت سے عاری دین ہے۔ اُن ظالموں کا سرغنہ ابوالحکم کہلاتا تھا اور اُس کے حکم سے یہ سارے ظلم ہوتے تھے۔ مکّہ والوں کو یہ بتانے کے لئے بھی یہ پُرحکمت فیصلہ تھا کہ تم جو اپنے آپ کو عقلمند سمجھتے تھے۔ تم جو نام نہاد ابوالحکم کے پیچھے چل پڑے تھے جو حقیقت میں ابوجہل تھا۔ تم جو خدا کو عزیز خیال نہیں کرتے تھے بلکہ اپنے بتوں کو ہر چیز پر غالب سمجھتے تھے آج دیکھ لو کہ حکمت اور عزت تمہارے پاس تمہارے سرداروں کے پاس یا تمہارے بتوں کے پاس ہے یا اس سے بے آسرا اور دنیا کی نظر میں اُس حبشی غلام کے پاس ہے جس نے اپنی فراست، دل کی صفائی اور حکمت سے اس نور کو پہچان لیا جو خدا کی طرف سے آیا اور جس کے مقدر میں غلبہ تھا۔ پس آج اس غلام کے جھنڈے تلے آ جاؤ جو عزیز اور حکیم خدا کو مانتا ہے۔ وہ بلالؓ جس کی حکمت اپنے ربّ کے رنگ میں رنگین ہو کر مزید نکھر آئی ہے۔ پس آج اس حکمت کو بھی سمجھ لو کہ طاقت کوئی چیز نہیں۔ ظالم کبھی نہیں پنپتا اور کبھی ہمیشہ نہیں رہتا۔ انسان کو اگر اشرف

المخلوقات بنا کر اللہ تعالیٰ نے صاحب حکمت وفراست بنایا ہے تو اس کا صحیح استعمال کرو اور دوسرے انسان کے ذہن و دل اور مذہبی آزادی پر قبضہ نہ کرو۔ دوسروں کے جذبات کا خیال رکھو کہ یہ نہ کرنا حکمت سے عاری لوگوں کی باتیں ہیں۔

پس آنحضرت ﷺ نے یہ عمل دکھا کر قریش مکّہ اور روٴسائے مکّہ کو یہ باور کرا دیا کہ حکمت کا تقاضا یہی ہے کہ عزیز صرف خدا کی ذات کو سمجھو۔ اگر کوئی حالات کی مجبوریوں کی وجہ سے تمہارے زیرنگیں ہے تو اس کو غلامی کی زنجیروں میں اس طرح نہ جکڑو کہ کل جب حالات بدل جائیں جس کا کسی کو علم نہیں کہ کل کیا ہونے والا ہے تو پھر تم زندگی کی بھیک مانگتے پھرو۔ پس رسول اللہ ﷺ نے یہ اعلان فرما کر اس پُرحکمت فیصلے سے جہاں قریش مکہ کو سزا سے بچایا وہاں عملاً یہ اعلان بھی فرما دیا کہ غلامی کا بھی آج سے خاتمہ ہے۔ ظلموں کا بھی آج سے خاتمہ ہے۔ آج لَاتَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْم کا اعلان صرف میرا نہیں بلکہ میرے ماننے والوں کا بھی ہے۔ ماننے والوں میں سے اُن کمزور لوگوں کا بھی ہے جو تمہاری غلامی کے عرصہ میں تمہارے ظلموں کی چکی میں پستے رہے۔ اس حسین اور پُرحکمت فیصلے نے بلال کو بھی احساس دلا دیا کہ اے وہ کمزور انسان جس نے کئی سال پہلے فراست اور حکمت سے کام لیتے ہوئے اللہ کے پیغمبر ﷺ کو پہچانا تھا۔ آج جب کہ تیری حکمت مزید نکھر آئی ہے ان سے یہ انتقام لے کہ جو تیرے جھنڈے تلے جمع ہوں انہیں اپنے جھنڈے تلے جمع کر کے محمد رسول اللہ کے جھنڈے تلے جمع کر اور جو تیرے آگے جھکنے والے ہیں۔ جو تیرے قدموں پر جھکنے والے ہیں انہیں خدا تعالیٰ کے آگے جھکنے والا بنا دے۔ اور پھر دنیا نے بعینہٖ یہ نظارہ دیکھا اور اسی طرح ہوتے دیکھا کہ وہ لوگ جو یہ ظلم کرتے تھے مسلمانوں پر اور اللہ کے مقابلے میں بت بنائے ہوئے تھے وہی اللہ کے آگے جھکنے والے بن گئے۔

آج احمدی بھی یاد رکھیں کہ انشاء اللہ تعالیٰ یہ نظارہ دہرایا جانے والا ہے اور ہم نے کسی سے دشمنی کا بدلہ ظلم اور انتقام سے نہیں لینا بلکہ وہ راستہ اختیار کرنا ہے جو ہمارے سامنے رسول اللہ ﷺ نے اپنے اُسوہ سے پیش فرمایا۔ مخالفین احمدیت بھی یاد رکھیں کہ تم جو احمدیوں کو عقل سے عاری سمجھتے ہو کہ انہوں نے مسیح موعود کو مان کر یہ بڑا غلط فیصلہ کیا ہے۔ یہ وقت بتائے گا کہ عقل سے عاری کون ہے اور عقل والا کون ہے۔ غلط فیصلہ کرنے والا کون ہے اور صحیح فیصلہ کرنے والا کون ہے۔ پس مخالفتیں بند کرو اور عزیز خدا کے سامنے جھکو اور اس سے حکمت مانگو۔ یہ ظلم جو احمدیوں پر ہو رہا ہے، انشاء اللہ تعالیٰ یہ زیادہ دیر نہیں چلے گا۔ فتح ہماری ہے اور یقیناً ہماری ہے اور آج ہر ایک کو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ انشاء اللہ وہ دن دور نہیں جب یہ نظارے قریب ہونے والے ہیں۔ ظلم احمدیوں پر ہوتے ہیں مختلف ملکوں میں جہاں مسلمان حکومتیں ہیں یا علماء کا زور ہے زیادہ ہوتے ہیں۔ آج بھی ایک افسوس ناک اطلاع ہے شہادت کی۔ یہ شیخوپورہ کے ایک نوجوان ہمایوں وقار ابن سعید احمد صاحب ناصر ہیں ان کو 7 ردسمبر کو شیخوپورہ میں نامعلوم افراد نے شہید کر دیا۔ اپنی دکان پر بیٹھے ہوئے تھے اور وہ آئے اور فائر کر کے شہید کر دیا۔ ان کی عمر 32 سال تھی۔ بڑے شریف النّفس تھے اور خدام الاحمدیہ شیخوپورہ کے فعال رکن تھے۔ ناظم تربیت نومبائعین تھے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ان شہیدوں کا خون ضرور رنگ لائے گا اور لانے والا ہے۔ اس کی تو ہمیں کوئی فکر نہیں ہے لیکن مخالفین کو ہوش کے ناخن لینے چاہئیں اور یہ جو پہلے واقعات ہیں ان سے سبق حاصل کرنا چاہئے کہ اس حد تک نہ بڑھو کہ بعد میں تم لوگوں کو شرمندگی ہو۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور ان کے لواحقین کو صبر عطا فرمائے۔ ابھی انشاء اللہ نمازوں کے بعد مَیں ان کی نماز جنازہ غائب بھی پڑھوں گا۔

بقیہ: حضرت ابوبکرؓ خلیفہ بلافصل کی حیثیت میں از صفحہ نمبر 4

مولیٰ کا لفظ آپؐ نے اس جگہ صرف پیارے اور دوست کے معنوں میں استعمال فرمایا ہے۔

حضرت علیؓ کی حضرت ابوبکر سے برضا و رغبت بیعت

ماسوا اس کے اگر حضرت علیؓ اپنے متعلق خلیفہ بلافصل کی وصیت کئے جانے کا دعویٰ رکھتے تو پھر وہ کبھی بھی اپنی مرضی سے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت نہ کرتے۔ اور ان کے زمانہ میں پیدا شدہ حوادث میں ان کا ساتھ نہ دیتے مگر حضرت علیؓ اپنے ایک خطبہ میں جو شیعوں کی مشہور اور معتبر کتاب منار الھدیٰ مؤلفہ شیخ علی البحرانی کے صفحہ 372 پر درج ہے فرماتے ہیں:۔

فلما مضی (ﷺ) لسبیلہٖ تنازع المسلمون الامر بعدہٗ فواللّٰہ ماکان یُلقیٰ فی روعی ولا یخطر ببالی ان العرب تعدل ھذا الامر بعد محمدٍ رسول اللّٰہ علیہ وسلم عن اھل بیتہٖ ولا انھم منعرہ عنی فما راعنی الا انثیالُ الناس علیٰ ابی ابکرٍ واجفالُھُمْ لِیُبَایعوہ فامسکتُ یدی ورأیت انّی احق بمقام محمدٍ فی الناس ممن تولی الامر من بعدہٖ فلبثت بذلک ماشاء اللّٰہ حتی رأیت راجعة من الناس رجعت عن الاسلام تدعو ا الیٰ محق دین اللّٰہ وملّة محمدٍ فخشیت ان لم انصر الاسلام واھلہٗ ان اریٰ فیھا ثلماً وھدماً یکون المصائب بھما علیَّ اعظم من فوت ولا یة امورکم التی ھی متاع ایام قلائل ثم تزول وما کان منھا کمایزول السراب وکما ینقشح السحابُ فمشیت عند ذلک الیٰ ابی بکرٍ فبایعتہٗ ونھضت فی تلک الاحداث حتی زاغ الباطل وزھق وکانت کلمة اللّٰہ ھی العلیا ولو کرہ الکافرون۔ فتولّی ابوبکرٍ تلک الامور وسَدَّدَ وقارَب وَاقْتَصَدَ وصَحَبْتُہٗ مناصحاً لہٗ واَطعتہٗ فی ما اطاع اللّٰہ فیہ جاھداً وما طعمت ان لو حدث بہٖ حدث وانا حیٌّ ان یرد الی الامرُالذی بایعتُہٗ فیہ طمع مستیقنٍ ولا یأستُ منہ یأسَ مَنْ لا یرجوہُ ولولا خاصة ماکان بینہٗ وبین عمر طننتُ انہٗ لا یدفعھا عنی فلما احتضر بعث الیٰ عمر فولّاہُ فسمعنا واطعنا وناصحنا وتولیٰ عمر الامر فکان عمر رضي السیرة میمون النقیبة۔ (بلفظہٖ بقدر الحاجة)

ترجمہ:۔ جب آنحضرت ﷺ وفات پا گئے تو مسلمانوں نے آپ کے بعد امر خلافت میں جھگڑا کیا۔ اللہ کی قسم میرے دل میں یہ نہیں آتا تھا کہ عرب کے لوگ خلافت کے امر کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اہل بیت کے سوا کسی اور طرف لے جائیں گے اور نہ کبھی یہ خیال ہوا کہ وہ مجھے اس سے محروم کر دیں گے۔ کہ اچانک مجھے یہ دیکھ کر گھبراہٹ پیدا ہوگئی کہ لوگ حضرت ابوبکرؓ پر ٹوٹے پڑتے ہیں اور ان کی طرف تیزی سے جا رہے ہیں تاکہ ان کی بیعت کریں۔ پس میں نے اپنا ہاتھ روک لیا۔ حالانکہ میں ان لوگوں سے جن کے سپرد آنحضرت ﷺ کے بعد خلافت کا امر ہوا آنحضرتؐ سے اپنے مقام کی وجہ سے زیادہ حقدار تھا۔ مَیں جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا ایسی حالت میں رہا۔ پھر مَیں نے دیکھا کہ کچھ گروہ اسلام سے برگشتہ ہو رہے ہیں اور خدا کے دین اور ملت محمدؐ کو مٹانے کی دعوت دے رہے ہیں تو میں ڈرا کہ اگر اب بھی مَیں نے اسلام اور مسلمانوں کی مدد نہ کی اور اس میں کوئی رخنہ اور گراوٹ پیدا ہوگئی تو ان باتوں کی وجہ سے جو مصیبت مجھے پہنچے گی وہ تم پر حکمرانی کے کھویا جانے سے زیادہ سخت ہوگی۔ ولایت تو ایک چند دن کا سامان ہے۔ پھر وہ اس طرح جاتی رہتی ہے کہ اس کا کچھ باقی نہیں رہتا جس طرح سراب جاتا رہتا ہے یا جس طرح بادل پھٹ جاتا ہے۔ پس اس وقت مَیں خود چل کر ابوبکرؓ کے پاس گیا اور اس کی بیعت کر لی اور ان حوادث کا یہاں تک مقابلہ کیا کہ باطل راہ سے ہٹ گیا اور بھاگ گیا اور خدا تعالیٰ کا کلمہ بلند ہوا خواہ کافر اسے ناپسند کریں۔ ابوبکر ان امور کے والی رہے اور انہوں نے درستی، اعتدال اور میانہ روی کا طریق اختیار کیا اور میں خیر خواہی سے ان کا دوست رہا۔ اور ان امور میں جن میں انہوں نے خدا تعالیٰ کی اطاعت کی ان کا کوشش سے فرمانبردار رہا اور مجھے کبھی طمع پیدا نہ ہوئی کہ ابوبکر کو کوئی حادثہ پہنچے اور امر خلافت جس کی میں نے بیعت کی ہے میری طرف لوٹ آئے۔ میں نے یہ طمع ایک یقین رکھنے والے شخص کی طرح نہیں کیا (کہ خلافت مجھے ضرور ملے گی۔ ناقل) اور نہ میں (آئندہ خلافت ملنے سے۔ ناقل) ایسے شخص کی طرح مایوس ہوا جو اس سے بالکل ناامید ہو۔ اور اگر ابوبکرؓ اور عمرؓ میں وہ خاص تعلقات نہ ہوتے جو موجود تھے تو میرا گمان ہے کہ ابوبکرؓ خلافت میرے سوا کسی اور کو نہ دیتے۔ جب ابوبکرؓ کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے عمرؓ کو بلا بھیجا اور اسے والی مقرر کر دیا۔ ہم نے عمرؓ کی باتوں کو سُنا اور ان کی اطاعت کی۔ حضرت عمرؓ والی رہے ان کی سیرت پسندیدہ تھی اور وہ قابل تعریف اور مبارک عقل و رائے و تجربہ والے تھے۔“

حضرت علیؓ کے اس خطبہ سے ظاہر ہے کہ گو حضرت علیؓ اہل بیت میں سے ہونے کی وجہ سے اپنے تئیں خلافت کا زیادہ اہل سمجھتے تھے۔ اور ان کا یہ بھی خیال تھا کہ لوگ اہل بیت کے سوا امر خلافت کسی کے سپرد نہیں کریں گے۔ لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ لوگوں نے آگے بڑھ بڑھ کر حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کر لی ہے تو وہ اپنے اس حق کو ظاہر کرنے سے رُک گئے اور کچھ عرصہ تک رُکے رہے۔ پھر جب دیکھا کہ کئی لوگ اسلام سے مرتد ہو رہے ہیں اور وہ دین و ملت کو مٹانے کے درپے ہیں تو انہوں نے اپنی خلافت کے امر کو نصرتِ اسلام و نصرت مسلمین کے مقابلہ میں زیادہ اہمیت نہ دیتے ہوئے بلکہ اسے چند دن کا متاع سمجھتے ہوئے ان حوادث کے مقابلہ کا عزم بالجزم کر لیا اور خود جا کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی (گویا ان سے کسی شخص نے بیعت زبردستی نہیں کرائی بلکہ صرف نصرتِ اسلام و مسلمین کے جذبہ کی وجہ سے انہوں نے خود جا کر بیعت کر لی) پھر حضرت علیؓ حضرت ابوبکرؓ کی شان میں فرماتے ہیں کہ انہوں نے خلافت کے امر کو نہایت عمدگی اعتدال پسندی اور میانہ روی سے چلایا اور میں ان کا خیرخواہی کے ساتھ اطاعت کرتا رہا۔ اور مجھے کبھی یہ طمع پیدا نہ ہوئی کہ انہیں کوئی حادثہ پہنچے اور خلافت مجھے مل جائے۔

اگرچہ مسلمانوں کے دوسرے فرقے اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کبھی اتنا

Earlsfield Properties
We will manage your property at 0% commission
Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years
Free management Service
Guaranteed vacant possession
175 Merton Road London SW18 5EF
Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

خیال بھی ظاہر نہیں کیا کہ میں خلافت کا سب سے زیادہ اہل تھا۔ لیکن شیعہ اصحاب کی اس روایت کے مطابق اگر فرض بھی کرلیں کہ وہ اپنے آپ کو اہل بیت میں سے ہونے کی وجہ سے خلافت کا سب سے زیادہ حق دار سمجھتے تھے لیکن لوگوں نے ان کی طرف توجہ نہ کی اور وہ پہلی خلافت حاصل کرنے سے محروم رہے۔ مگر بہر حال یہ تو ایک حقیقت ثابتہ ہے کہ وہ اپنے متعلق غدیر خم پر خلافت کی وصیت کئے جانے کا کوئی علم نہیں رکھتے تھے۔ ورنہ وہ اپنی مرضی سے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کبھی نہ کرتے اور نہ ان کی خیر خواہی اور دوستی کا دم بھرتے اور نہ ان کی مدح میں یوں رطب اللسان ہوتے کہ ان کی خلافت کے کاموں میں سداد، اعتدال اور میانہ روی پائی جاتی تھی۔ اور نہ وہ کوشش سے ان کی اطاعت کرتے جیسا کہ انہیں اعتراف ہے کہ انہوں نے کوشش سے حضرت ابوبکرؓ کی اطاعت کی بلکہ انہیں یہ طمع دامن گیر رہتی کہ کوئی حادثہ آئے تو ابوبکرؓ تباہ ہوں اور امر خلافت مجھے مل جائے مگر ان کا ایسا طمع کرنے سے صاف انکار ان کی طرف سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بے لوث فرمانبرداری کا ایک واضح اور روشن ثبوت ہے۔

شیعہ اصحاب کے لئے لمحۂ فکریہ

اس واقعہ اور بیان میں شیعہ اصحاب کے لئے ایک لمحۂ فکریہ کا سامان موجود ہے کہ انہیں مسلمانوں کے دوسرے فرقوں سے حضرت علیؓ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے وہی رواداری کا طریق اختیار کرنا چاہئے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے حضرت ابوبکرؓ سے براءت کا اظہار کرنے کی بجائے حضرت علیؓ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ان کی خلافت کے کاموں کو عمدگی، اعتدال اور میانہ روی پر مشتمل یقین کرنا چاہئے اور اسی طرح حضرت عمرؓ کو حضرت علیؓ کے فرمودہ کے موافق پسندیدہ خصلت والے اور بابرکت رائے والے یقین کرنا چاہئے اور جس طرح حضرت علیؓ حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے خیر خواہ دوست رہے اسی طرح ان دونوں بزرگوں کی خیر خواہی کا دم بھرنا چاہئے۔

اگر شیعہ اصحاب حضرت علیؓ کے اس طرز عمل کو خضر راہ بنائیں تو خلافت کے مسئلہ میں شیعہ سُنی اختلاف یک قلم موقوف ہوجاتا ہے۔ اور ان میں اور دوسرے فرقوں میں محبت کی ایسی لہر پیدا ہوسکتی ہے جو پاکستان کی سالمیت کے لئے ازبس ضروری ہے۔

شیعہ اصحاب کو اس بات پر بھی غور کرنا چاہئے کہ حضرت علیؓ کے نزدیک ان کے اس خطبہ کے رو سے ان کی خلافت کا امر محض ایک وقتی معاملہ تھا جو سراب کی طرح زائل ہوجانے والا تھا۔ اور اگر وہ اپنے تئیں خلافت کا اہل بھی سمجھتے تھے تو آخر خلافت انہیں بھی مل گئی۔ حضرت ابوبکرؓ کی جگہ اب نہ شیعہ صاحبان حضرت علیؓ کو خلافت بلافصل کی مسند پر بٹھا سکتے ہیں۔ نہ حضرت ابوبکرؓ سے خلافت بلافصل کی مسند چھین سکتے ہیں۔ حضرت علیؓ نے جب خود نصرت اسلام اور نصرت مسلمین کے جذبہ کے ماتحت حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کرلی تو شیعہ اصحاب کو اس وجہ سے حضرت ابوبکرؓ کی عزت و احترام کو پورے طور پر ملحوظ رکھنا چاہئے۔ کیونکہ وہ بالآخر حضرت علیؓ کے آپ کے اس خطبہ کے مطابق مطاع رہے ہیں اور حضرت علیؓ اپنے اس بیان کے مطابق ان کے خیر خواہ دوست رہے ہیں۔ پس جب حضرت علیؓ حضرت ابوبکرؓ سے براءت کا اظہار کرنے کی بجائے ان کے مطیع، خیر خواہ اور دوست رہے ہیں تو پھر شیعوں کا حضرت علیؓ کی محبت کا دم بھرنا لیکن ان کا طرز عمل اختیار کرنے سے گریز کرنا بلکہ اس طرز عمل کے صریح خلاف طرز عمل اختیار کرنا دراصل حضرت علیؓ کی عقل رائے اجتہاد اور تجربہ کی عملی مذمت ہے۔ اور عملاً ان کے ان افعال سے براءت کا اظہار اور ان کی خلافت سے تمسخر کے مترادف ہے۔ اس طرح تو شیعہ اصحاب پر ''بازی بازی باریش بابا ہم بازی'' کی ضرب المثل صادق آئے گی۔

شیعہ اصحاب کا حضرت علیؓ کی خلافت بلافصل پر زور دینا ان کی اپنی دوسری روایات کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ ایک شیعہ روایت اس بات پر روشن گواہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے بشارت پاکر مخفی طور پر حضرت ام المومنین حفصہؓ کو بتادیا تھا کہ سب سے پہلے خلیفہ حضرت ابوبکرؓ ہوں گے۔ چنانچہ اس حدیث میں وارد ہے۔

''قال ان ابابکر یلی الخلافة بعدی ثم بعدهٗ ابوک فقالت من انباک هذا قال نبأنی العلیم الخبیر''۔

(شیعوں کی معتبر تفسیر قمی۔ تفسیر سورہ تحریم)

کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ بے شک ابوبکر میرے بعد خلیفہ ہوں گے۔ پھر اس کے بعد (اے حفصہ) تمہارا باپ (حضرت عمرؓ) خلیفہ ہوگا۔ حضرت حفصہؓ نے آپؐ سے پوچھا آپ کو یہ خبر کس نے دی ہے؟ آپ نے فرمایا۔ مجھے خدا تعالیٰ نے جو علیم وخبیر ہے یہ خبر دی ہے۔''

اس آسمانی بشارت سے ظاہر ہے کہ اگر اُمت محمدیہ آنحضرت ﷺ کی وفات پر حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ بلافصل تسلیم نہ کرتی۔ تو رسول کریم ﷺ کی یہ بشارت جو آپ کو خدا تعالیٰ علیم وخبیر کی طرف سے ملی تھی (معاذاللہ) جھوٹی ٹھہرتی۔ پس شیعہ اصحاب غور فرمائیں کہ امت محمدیہؐ نے ناگہانی حالات میں اچانک جو فیصلہ کیا وہ کس طرح خدا تعالیٰ کی اس بشارت عظمیٰ کے عین مطابق تھا جو اس نے آنحضرت ﷺ کو دے رکھی تھی۔ اس بشارت کا دوسرا حصہ خدا تعالیٰ نے حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ سے اپنے بعد حضرت عمرؓ کی خلافت کی تعیین کراکر پورا کرادیا۔ فالحمدللّٰہ علیٰ ذلک۔

خدا تعالیٰ کے بھی عجیب کام ہیں کہ اس نے اس بشارت کو رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ عام افراد امت سے مخفی رکھوایا تا یہ انتخاب پر اثر انداز نہ ہو۔ اور پھر اس بشارت کو پورا کرنے کے لئے عرب کے دستور کے مطابق مومنین کے ذریعہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت بلافصل کا انتخاب کرادیا۔ اور سب سے زیادہ خوشکن بات یہ ہے کہ شیعہ اصحاب کی ہدایت کا یہ سامان ان کی اپنی تفسیروں میں آج تک بہت حد تک محفوظ چلا آرہا ہے۔ ایسی پیشگوئی کی موجودگی میں شیعہ اصحاب کا حضرت ابوبکرؓ کی خلافت بلافصل سے انکار دراصل اللہ تعالیٰ کی بشارت اور پیشگوئی سے انکار کے مترادف ہے۔

خلافت ورثہ نہیں

منار الہدیٰ کے مذکورہ بالا خطبہ میں مؤلف منار الہدیٰ نے حضرت علیؓ کی طرف یہ الفاظ بھی منسوب کئے ہیں کہ ''خلافت میرا ورثہ ہے''۔

خطبہ کا یہ فقرہ صریح طور پر الحاقی معلوم ہوتا ہے۔ غالبًا اسی بناء پر شرح نہج البلاغہ کے مصنف ابن ابی الحدید شیعی نے ان الفاظ کو اس خطبہ کا حصہ قرار نہیں دیا۔ مگر مؤلف منار الہدیٰ اس پر معترض ہیں کہ ابن ابی الحدید نے خطبہ کے ان الفاظ کو کیوں تسلیم نہیں کیا۔

مگر ابن ابی الحدید حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے دوسرے اقوال اور خطبات کی روشنی میں جو اصولی طور پر اس فقرہ کے مخالف تھے کس طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی طرف ان الفاظ کو منسوب کرنے کی جرأت کرسکتے تھے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ انہیں جو روایت پہنچی اس میں یہ الفاظ ہی موجود نہ ہوں۔

ماسوا اس کے ابن ابی الحدید کے سامنے ایک یہ روایت بھی موجود تھی کہ حضرت علیؓ حضرت ابوبکرؓ کو اَحَقُّ بِالْخِلَافَة (خلافت کا سب سے زیادہ حقدار) سمجھتے تھے۔ چنانچہ شرح نہج البلاغہ میں یہ روایت بالفاظ ذیل درج ہے۔

''قال علی والزبیر ما قضیت الا فی المشورة وانا لنریٰ ابابکر احق الناس بهانهٗ لَصَاحِبُ الْغَار وانا لنعلم لهٗ سننهٗ ولقد أمرهٗ رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ان یصلی بالناس فی الصلوٰة وهو حیٌّ''۔

کہ حضرت علیؓ اور زبیرؓ نے کہا۔ ہم نے خلافت کے بارہ میں) مشورہ کا ہی (یعنی مشورہ سے ہونے کے اصل کا ہی) فیصلہ کیا اور یقیناً ہم ابوبکر کو اس کا (خلافت کا) سب سے زیادہ حق دار پاتے ہیں۔ وہ صاحب غار ہیں۔ اور یقیناً ہم ان کے طریقوں سے واقف ہیں اور بے شک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں انہیں لوگوں کی نماز میں امام ہونے کا حکم دیا تھا۔''

اس روایت سے ظاہر ہے کہ حضرت علی اور زبیر رضی اللہ عنہما نے بھی آخر یہی فیصلہ کیا کہ خلیفہ کے تقرر میں اصل الاصول مشورہ اور انتخاب ہی ہے۔ اور یہ طے کرنے کے بعد حضرت ابوبکرؓ کو ہی خلافت کا سب سے زیادہ حقدار تین وجوہ مذکورہ کی بناء پر قرار دیا۔

پہلی وجہ یہ بتائی کہ حضرت ابوبکرؓ آنحضرت ﷺ کے غار میں ساتھی رہے (امام حسن عسکری کی تفسیر میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنحضرت ﷺ کو وحی ہوئی تھی کہ ہجرت میں اپنے ساتھ ابوبکرؓ کو لے لیں۔)

دوسری وجہ یہ بیان فرمائی کہ ہم ان کی سنتوں یعنی دینداری کے طریقوں اور ایثار وغیرہ سے خوب واقف ہیں۔

اور تیسری وجہ یہ بیان فرمائی کہ اپنے مرض الموت میں آنحضرت ﷺ نے خود انہیں لوگوں کا نماز میں امام بننے کا حکم دیا تھا۔ (جو ان کے اَحَقُّ بِالْخِلَافَة ہونے کا ایک قوی قرینہ اور دلیل ہے۔)

پس اس روایت کی موجودگی میں ''خلافت میرا ورثہ ہے'' کے فقرہ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی طرف منسوب نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ اسے الحاقی ماننا پڑتا ہے جو کسی متعصب شیعہ نے اس روایت میں ملا دیا ہے۔

شیعوں کے اس عقیدہ کے لحاظ سے بھی کہ خلافت کے متعلق حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے حق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت کی تھی اس فقرہ کو درست قرار نہیں دیا جاسکتا۔ کیونکہ ورثہ اور وصیت دو ایسے امر ہیں جو باہم تضاد رکھتے ہیں۔ حقیقی وارث کے حق میں وصیت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بلکہ غیر وارث کے حق میں ہی وصیت کی ضرورت ہوتی ہے۔

(باقی آئندہ شمارہ میں)

خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی شکرانہ فنڈ

اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ 2008ء میں جماعت خلافت احمدیہ کی صد سالہ جوبلی کو عالمگیر سطح پر منانے کی تیاریاں کر رہی ہے۔ مرکزی کمیٹی خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی نے اس مبارک موقع پر شکرانہ کے طور پر دس لاکھ پاؤنڈ سٹرلنگ کی رقم حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کی خدمت میں پیش کرنے کی تجویز دی تھی جسے حضور ایدہ اللہ نے منظور فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے خلافت حقہ اسلامیہ احمدیہ سے وابستہ افراد جماعت احمدیہ عالمگیر کو خلافت کی عظیم الشان نعمت کا بھرپور احساس ہے۔ احباب کی یاددہانی کے لئے تحریر ہے کہ وہ انفرادی طور پر بھی اور جماعتی طور پر بھی اس شکرانہ فنڈ میں دلی محبت اور خلوص کے ساتھ حصہ لیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو خلافت کی برکات سے دائمی حصہ عطا فرمائے اور ہمیں اپنے شکر گزار بندوں میں شامل فرمائے۔

دعاؤں کی عادت ڈالیں اور یہی روح اپنی اولاد میں بھی پیدا کریں۔

(ارشاد سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

قائم شدہ 1952
خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ
خالص سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز
شریف جیولرز ربوہ
ریلوے روڈ 6214750 6214760
اقصیٰ روڈ 6212515 6215455
پروپرائٹر۔ میاں حنیف احمد کامران
Mobile: 0300-7703500

زکوٰۃ وصدقات کے متعلق اسلامی احکام کی امتیازی خصوصیات

(از قلم : حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ)

زکوٰۃ کے تعلق میں یہ سوال اٹھایا جاتا ہے کہ حکومت کے نظامِ تحصیل کے ماتحت یا کسی جماعتی نظام کے ساتھ وابستگی کی وجہ سے افراد کو جو سرکاری لگان و ٹیکس یا دیگر چندے دینے پڑتے ہیں ان کی موجودگی میں زکوٰۃ کا محل کونسا باقی رہ جاتا ہے۔آیا حکومت وغیرہ کو ان کے واجبات ادا کرنے کے بعد افراد پر زکوٰۃ پھر بھی واجب الادا ہوگی؟

اس سوال کے جواب میں اگر ان امتیازات کو سامنے رکھا جائے جس سے فریضۂ زکوٰۃ ممتاز ہے تو مذکورہ بالا سوال کا حل سمجھنا آسان ہو جاتا ہے کیونکہ جن شرائط کے ساتھ زکوٰۃ اسلام میں جاری کی گئی ہے وہ ایسی خصوصیات ہیں جو صرف اسلامی نظام کے ساتھ مختص ہیں اور حکومتوں کا نظام اس سے قطعًا محروم ہے۔ وہ امتیازات حسب ذیل ہیں:

(1) زکوٰۃ وصدقات کے بارہ میں اسلامی حکم ان امور میں سے ہے جو عبادات میں شامل ہیں اور جن میں قرب وحصولِ رضاءِ الٰہی کو مدّنظر رکھا گیا ہے۔

(2) زکوٰۃ حقوق العباد میں سے واجب الادا تمدّنی حق ہے اور اس کی غرض وغایت تزکیۂ نفس اور سوسائٹی سے غربت کو دُور کرنا یا بالفاظ دیگر اقتصادی توازن بحال کرنا اور اسے برقرار رکھنا ہے۔جیسا کہ آنحضرت ﷺ کے ارشاد میں اس بنیادی غرض وغایت کی بایں الفاظ صراحت ہے۔تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِیَآئِھِمْ وَتُرَدُّ اِلٰی فُقَرَآئِھِمْ۔دولتمندوں سے زکوٰۃ لی جائے اور محتاجوں کو دی جائے۔

(3) جس اصل کی بنا پر زکوٰۃ قائم کی گئی ہے وہ استفادہ (یعنی فائدہ حاصل کرنے) وافادہ (یعنی فائدہ پہنچانے) میں بہت وسیع ہے کہ بلحاظ مصادر زکوٰۃ کے اور کیا بلحاظ مصارف کے۔یعنی زکوٰۃ کے اموال حاصل کرنے کی غرض سے اسلام کا نظامِ نصاب بعض شرائط کے ساتھ تمام اموال پر حاوی وساری ہے۔سوائے ان اشیاء کے جو ذاتی استعمال کے لئے ہوں جن کے لئے تصریح کی گئی ہے۔ اسی طرح بلحاظ زکوٰۃ کے مصرف (موقعہ خرچ) کے اس کو بہت بڑی وسعت حاصل ہے اور اس میں کمزور افراد کی اقتصادی حالت کی اصلاح مقدم ہے۔

(4) نصاب کے تعین میں افراد کی معاشی ضرورتوں کو مقدم رکھا گیا ہے۔یعنی افراد کی جو حقیقی ضرورتیں ہیں انہیں مدنظر رکھ کر مختلف قسم کے مال میں ایک استثنائی حد مقرر کی گئی ہے جس پر زکوٰۃ نہیں اور جب اس استثنائی حد سے زیادہ مال ہو تو زکوٰۃ عائد ہوگی۔ اس استثنائی حد کو نصاب کہتے ہیں۔

(5) افراد وملّت کی اقتصادی اصلاح کے ساتھ ساتھ اخلاقی اور روحانی اعتبارات کو اسلامی نظامِ صدقہ وزکوٰۃ میں خاص طور پر اہمیت دی گئی ہے اور شریعت کے اس مالی نظام میں انسانی ما بہ الامتیاز کو محفوظ رکھا گیا ہے۔یعنی ارادہ کی آزادی اور خوشیٔ نفس کے ساتھ حکم کی بجا آوری جس میں کسی غیر اللہ کا کسی قسم کا دخل نہیں۔صدقہ وزکوٰۃ دینے میں غیر اللہ کے دباؤ اور خارجی جبر واکراہ کے لئے گنجائش نہیں۔

یہ خصوصیات مجملاً وہ ہیں جن سے دوسری حکومتوں کا نظام تقریباً محروم ہے۔ان کے سامنے وہ اخلاقی یا روحانی مقصد ہی نہیں جو زکوٰۃ وصدقہ میں ملحوظ ہے۔اور یہ مقصد ایسا اہم ہے کہ اصولی طور پر اس کی فرضیت دائمی ہے۔اور اگر بالفرض لوگوں میں غربت و احتیاج نہ رہے اور کوئی غریب صدقہ قبول کرنے والا نہ ملے تب بھی ایک صاحبِ نصاب پر اپنے اموال کی زکوٰۃ نکالنا واجب ہے۔

امام بخاریؒ نے مذکورہ بالا امور کو شروع ابواب زکوٰۃ میں بطور تمہید کے واضح کیا ہے۔اور زکوٰۃ کے متعلق مستند احادیث بیان کرتے ہوئے وقفہ وقفہ کے بعد ان مقاصد کے بارہ میں توجہ دلائی ہے۔ اور یہ مقاصد اپنی نوعیت وتعیّن میں ایسے ہیں جو غیر اسلامی حکومتوں کے نظام مالیات سے اسلامی نظام مالیات کو نمایاں طور پر ممتاز کر دیتے ہیں۔

اس تبصرہ سے ظاہر ہے کہ حکومتوں کے نظام میں جو کہ خالصۃً دنیوی اغراض کے لئے قائم کیا گیا ہے مذکورہ بالا شرطیں اور اغراض نہیں پائی جاتیں۔اس لئے یہ خیال کرنا کہ چونکہ مالیہ اور ٹیکس جیسے دئے جاتے ہیں محض اس قسم کی ادائیگی کی وجہ سے وہ زکوٰۃ کے قائم مقام ہو سکتے ہیں، درست نہیں۔

البتہ صرف ایک صورت میں جہاں تک ظاہری اموال کا تعلق ہے وہ زکوٰۃ کے ضمن میں محسوب ہو سکتے ہیں۔اور وہ صورت یہ ہے کہ انسان اپنی نیّت کو درست کرے کیونکہ اعمال کا سارا دارومدار نیّتوں پر ہے جیسا کہ مشہور حدیث ہے اَلْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔چنانچہ آنحضرت ﷺ نے اس لقمہ کو بھی صدقہ قرار دیا ہے جو خاوند اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتا ہے۔صدقہ کے معنی ہر وہ کام جو خالصۃً اللہ تعالیٰ کے رضامندی کے لئے کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَا خَیْرَ فِیْ کَثِیْرٍ مِّنْ نَّجْوٰھُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَۃٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ بَیْنَ النَّاسِ ۔ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰہِ فَسَوْفَ نُؤْتِیْہِ اَجْرًا عَظِیْمًا(النسآء:115)

’’یعنی ان لوگوں (کے مشوروں) کو مستثنٰی کر کے جو صدقہ یا نیک بات یا لوگوں کے درمیان اصلاح کرنے کا حکم دیتے ہیں ان کے بہت سے مشوروں میں کوئی بھلائی نہیں (ہوتی) اور جو شخص اللہ کی رضا جوئی کے لئے ایسا کام کرے گا ہم اسے جلد ہی بہت بڑا اجر دیں گے‘‘۔

اس آیت کریمہ میں اس امر کی تصریح ہے کہ نیک کام خواہ وہ عام دستور کے مطابق ہی ہو جب اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے کیا جاتا ہے تو وہ کام نتیجہ اور ثواب کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول اور قابل قدر ہے۔

بخاری کتاب الایمان میں جہاں زکوٰۃ کے حکم کو ارکان اسلام میں شامل کیا گیا ہے وہاں اِحْتِسَابًا کا لفظ ہے یعنی رضاءِ الٰہی کی خاطر زکوٰۃ ادا کرنا۔اور اس تعلق میں آنحضرت ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ ہر نیکی خواہ رائی کے دانہ کے برابر ہو ایمان اور نیت کی برکت کی وجہ سے اس کو بہت بڑی قیمت حاصل ہو جاتی ہے۔(ملاحظہ ہو بخاری باب 34:14) اس لئے جو شخص صدق دل سے چاہتا ہے کہ زکوٰۃ کے بارہ میں وہ رکن اسلام کا پابند عنداللہ قرار پائے اس کے لئے یہ راستہ کھلا ہے کہ وہ اپنی نیّت درست کرے۔اور پھر اپنی آمد کا نصاب کی رو سے جائزہ لے اور دیکھے کہ جو ٹیکس وغیرہ اس کی طرف سے دئے گئے ہیں اگر واجب الادا زکوٰۃ سے کم ہیں تو باقی ماندہ زکوٰۃ اپنے مال سے سال گزرنے پر نکالے۔اور اگر اس کی طرف سے زیادہ ادا ہوا ہے تو وہ زیادتی اس کی طرف سے بطور صدقہ ہو سکتی ہے۔ یہ فتویٰ جو ہمارے دارالافتاء سے دیا جا چکا ہے اس کا اطلاق ظاہرہ اموال پر ہوتا ہے لیکن اموال باطنہ ،نقدی،سونا ،چاندی وغیرہ اندوختہ کی زکوٰۃ کے بارہ میں اس کا فتویٰ یہی ہے کہ انکم ٹیکس کسی صورت میں بھی ان اموال کی زکوٰۃ کا قائم مقام نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ضروری ہے کہ انکم ٹیکس کے باوجود اموال کی زکوٰۃ مقررہ شرح کے ساتھ صاحب نصاب خود ادا کرے۔لیکن اسلام نے انفاق فی سبیل اللہ کو زکوٰۃ پر ہی منحصر نہیں رکھا بلکہ طوعی صدقات کا دروازہ بھی کھلا رکھا ہے۔

دراصل زکوٰۃ کے نظام کا تعلق عام حالات سے ہے۔استثنائی حالات کی نزاکت کے پیش نظر اسلام نے ایک اور قانون بھی جاری کیا ہے جس کا منشاء نفس نفیس کی قربانی ہے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ۔ وَعْدًا عَلَیْہِ حَقًّا فِی التَّوْرٰۃِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْاٰنِ ۔ وَمَنْ اَوْفٰی بِعَھْدِہٖ مِنَ اللّٰہِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِکُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِہٖ۔ وَذٰلِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ(التوبۃ:111)

یعنی اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو (اس وعدہ کے ساتھ) خرید لیا ہے کہ ان کو جنّت ملے گی۔کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں لڑتے ہیں۔پس (یا تو وہ) اپنے دشمنوں کو مار لیتے ہیں یا خود مارے جاتے ہیں۔ یہ ایک ایسا وعدہ ہے جو اس پر لازم ہے (اور) تورات اور انجیل (میں بھی بیان کیا گیا ہے) اور قرآن میں (بھی) اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ اپنے وعدہ کو پورا کرنے والا کون ہے۔پس (اے مومنو!) اپنے سودے پر خوش ہو جاؤ جو تم نے کیا ہے اور یہی وہ بڑی کامیابی ہے (جس کا مومنوں سے وعدہ کیا گیا ہے)۔

اس قسم کی غیر معمولی قربانی کا ذکر قرآن مجید میں جا بجا کیا گیا ہے اور آنحضرت ﷺ نے بھی اس قربانی کے بارہ میں وقتًا فوقتًا تاکید فرمائی اور اُسوۂ حسنہ پیش کیا اور صحابہ کرامؓ نے بھی اس تعلق میں عظیم الشان قربانی کا نمونہ پیش کیا۔علمائے اسلام نے بھی اپنی تشریحات میں اسلام کے اس استثنائی قانون انفاق کو صراحت سے بیان کیا ہے۔

چنانچہ شاہ ولی اللہ شاہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے زمانہ کے مجدّد تھے اور انہیں مجددین اکابر میں شمار کیا گیا ہے فرماتے ہیں کہ غیر معمولی حوادث کے تدارک کے لئے ضروری ہے کہ علاوہ زکوٰۃ کے انفاق فی سبیل اللہ کا وسیع انتظام کیا جائے کیونکہ زکوٰۃ کا انتظام محدود ہے جو غیر معمولی تمدّنی حوادث کو پورا نہیں کرسکتا۔

(الحجّۃ البالغہ جز 2صفحہ 42)

اور سبیل اللہ کی شرح کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ یہ ساتواں مصرف جس کا تعلق زکوٰۃ سے ہے اپنے اندر بہت وسعت رکھتا ہے ۔ جہاد اور اس کے علاوہ تمام ضرورتیں اس میں شامل ہیں جو مُلک اور اسلام کی بہبود کے لئے ضروری ہیں۔

قرآن مجید نے سبیل اللہ کی جو وضاحت وشرح فرمائی ہے ان تشریحات سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ سبیل اللہ کا تعلق درحقیقت اوّل درجہ پر دین اور اس کی حفاظت سے ہے۔سبیل اللہ کے بالمقابل سبیل الطاغوت کا لفظ وارد ہوا ہے۔ یعنی شیطانی راستے جو انسان کو حدّ اعتدال سے اِدھر اُدھر لے جاتے ہیں اور قرآن مجید میں ایک جگہ سبیل اللہ کے متعلق واضح طور پر فرمایا گیا ہے کہ وہ ہدایت کامل ہے جس سے انسان کا تعلق اللہ تعالیٰ سے وابستہ ہوتا ہے جیسا کہ فرمایا ہے:

وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الْھُدٰی وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِہٖ جَھَنَّمَ۔ وَسَآءَ تْ مَصِیْرًا(النساء:116)

یعنی جو شخص بھی ہدایت کے پوری طرح کھل جانے کے بعد (اس) رسول سے اختلاف ہی کرتا چلا جائے گا اور مومنوں کے طریق کے سوا (کسی اور طریق) پر چلے گا ہم اسے اس چیز کے پیچھے لگا دیں گے جس کے پیچھے وہ پڑا ہوا ہے اور اسے جہنّم میں ڈالیں گے اور وہ بہت بُرا ٹھکانا ہے۔

اس آیت سے اَلْھُدٰی کو سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْن قرار دیا ہے اور اس کامل ہدایت کو دوسری جگہ سبیل اللہ کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔جیسا کہ فرماتا ہے:

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِالْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ۔ اِنَّ رَبَّکَ ھُوَ اَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِہٖ وَھُوَ اَعْلَمُ بِالْمُھْتَدِیْنَ(النحل:126)

یعنی (اے رسول!) تو (لوگوں کو) حکمت اور اچھی نصیحت کے ذریعہ سے اپنے ربّ کے راستے کی طرف دعوت دے۔اور جو سب سے اچھا طریقہ ہو اس کے ذریعہ ان سے (ان کے) اختلافات کے متعلق بحث کر۔ تیرا ربّ ان کو (بھی) جو اس کی راہ سے بھٹک گئے ہوں (سب سے) بہتر جانتا ہے اور ان کو بھی جو ہدایت یافتہ ہیں۔

غرض قرآن مجید کے مطالعہ سے واضح طور پر سبیل اللہ کا مفہوم آشکار ہو جاتا ہے کہ یہ وہ راہ ہے جو انسان کو اللہ تعالیٰ تک پہنچانے والی ہے۔

مصارف زکوٰۃ کے تعلق میں قرآن مجید نے ساتواں مصرف فی سبیل اللہ قرار دیا ہے۔یعنی اللہ تعالیٰ کے راستہ میں صرف کرنا۔اس سے ظاہر ہے کہ جب دین خطرے میں ہو اور طاغوتی قوتیں اپنے ٹیڑھے راہ کو غالب کرنے کی کوشش میں ہوں اور دین وملّت غیر معمولی خطرات میں گھر گئے ہوں تو پھر شریعت اسلامی کے دوسرے قانون پر عمل ہوگا جو نفس نفیس کی غیر معمولی قربانی کا تقاضا کرتا ہے۔جیسا کہ صحابہ کرامؓ نے کیا۔

اور یہ ظاہر ہے کہ جس نازک دور سے ہم گزر رہے ہیں اس کے پیش نظر تجدید واحیاء ملّت کے تعلق میں ایک مسلمان پر مال ومنال کی قربانی کے لحاظ سے عظیم الشان ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ کیونکہ یہ نازک اور پُر خطر حالات جن کا تعلق عالمگیر اصلاح کے ساتھ ہے بہت

بڑے اخراجات کا مطالبہ کرتا ہے جو محض زکوٰۃ یا معمولی چندوں سے پورا نہیں ہو سکتے۔ جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی (رضی اللہ عنہ) اپنے خطبات میں اس ضرورت کی طرف جماعت کو ہمیشہ توجہ دلاتے رہے ہیں۔ موجودہ نازک حالات میں یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ حکومت کو دنیوی ضرورت کے لئے ٹیکس دئے جاتے ہیں یا جماعتی ضروریات کے لئے جو تھوڑا بہت چندہ دیا جاتا ہے آیا وہ زکوٰۃ میں محسوب ہوں یا نہ؟ بے شک فتویٰ کے لحاظ سے جہاں تک اموال ظاہرہ کا تعلق ہے جواز کا فتویٰ دیا جا سکتا ہے۔ مگر فتویٰ سے بڑھ کر تقویٰ کا مقام ہے۔ اور موجودہ زمانہ کے پُرخطر حالات کا تقاضا ہے کہ استثنائی قانون پر عمل کیا جائے۔ صحابہ کرامؓ نے قرآن مجید کے احکام کو سمجھ کر جہاں زکوٰۃ وصدقات سے متعلقہ احکام پر عمل کیا وہاں غیر معمولی قانونِ شریعت کا منشاء بھی اپنی اعلیٰ درجہ کی قربانی سے پورا کیا۔

رضائے الٰہی کا پیاسا انسان تو نہ صرف یہ کہ وہ حساب وکتاب کی میزان میں ہی پورا اترتا ہے بلکہ اس سے بڑھ چڑھ کر قربانی کا نمونہ پیش کرتا ہے۔ یقیناً یہ امر مصلحت وقت کے تقاضا کے خلاف ہوگا اگر ہم میں سے کوئی سرکاری ٹیکس یا جماعتی چندہ ادا کرنے کے بعد حساب کرنے بیٹھ جائے کہ زکوٰۃ میں اس کا ادا کردہ ٹیکس یا چندہ کس قدر وضع ہو۔ غیر معمولی حالات کے ماتحت علماء اسلام نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ وقتی ضرورتوں کی تعیین اور مصارفِ زکوٰۃ اور بیت المال کی آمد اور اخراجات کے سوال کا فیصلہ درحقیقت امام وقت سے ہے۔ اس کا فیصلہ اس بارہ میں ناطق ہے۔

خلاصہ یہ کہ عام حالات میں اَور قانون ہے اور خاص حالات میں اَور۔ ایک سچے مسلمان کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے اعمال کا خود جائزہ لے اور دیکھے کہ آیا دین وملّت غیر معمولی حالات سے دوچار ہیں یا نہیں۔ اگر ہیں تو اس وقت اسلام کے غیر معمولی قانون کو مقدم کرتے ہوئے اس کے منشاء کو پورا کرے۔ کیونکہ اگر وقت کی نزاکت غیر محدود اخراجات کا تقاضا کرتی ہے تو مومن کو اس وقت غیر محدود قربانی کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ سچے مومن کا تعلق درحقیقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے جس میں محاسبۂ نفس ہی اس کی صحیح رہنمائی کر سکتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور دوسری دفعہ ان کی بہن حضرت اسماءؓ سے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستہ میں اس طرح گن گن کر تھوڑا تھوڑا خرچ کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کے ساتھ اپنی عطا میں اسی طرح سلوک فرماتا ہے اور آپ نے مال جمع رکھنے یا انفاق فی سبیل اللہ میں تنگ ظرفی برتنے کو ناپسند فرمایا۔

(بشکریہ ماہنامہ الفرقان اگست 1985ء)

✡✡✡✡✡

ایک عظیم خدائی نشان

(پاکستان کے شمالی علاقہ جات میں 2005ء کے تباہ کن زلزلہ میں احمدیوں کی غیر معمولی حفاظت)

(اسماعیل مبارک احمد)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ عَلٰی رَاْسِ کُلِّ مِأَۃِ سَنَۃٍ مَنْ یُّجَدِّدُلَھَا دِیْنَھَا ۔ (ابوداؤد جلد 2 مشکوٰۃ کتاب العلم)۔ یعنی اللہ تعالیٰ اس اُمّت کے لئے ہر صدی کے سر پر ایک مجدد مبعوث فرمایا کرے گا جو دین اسلام کی تجدید اور اشاعت کیا کرے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے بعد سے اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہر صدی میں پورا ہوتا رہا۔ اور اُمّتِ محمدیہ میں ہر صدی میں تجدید دین کے لئے مجدد آتے رہے۔ چنانچہ پہلی صدی میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ۔ دوسری صدی میں حضرت امام شافعیؒ۔ تیسری صدی میں حضرت ابوالحسن اشعریؒ۔ چوتھی صدی میں حضرت ابوعبیداللہ نیشاپوریؒ ۔ پانچویں صدی میں حضرت امام غزالیؒ۔ چھٹی صدی میں حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ۔ ساتویں صدی میں حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ۔ آٹھویں صدی میں حضرت حافظ ابن حجر عسقلانیؒ۔ نویں صدی میں حضرت امام سیوطیؒ ۔ دسویں صدی میں حضرت امام محمد طاہر گجراتیؒ۔ گیارھویں صدی میں حضرت مجدد الف ثانی سرہندیؒ۔ بارھویں صدی میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ۔ تیرھویں صدی میں حضرت سید احمد بریلویؒ۔

حضرت سید احمد بریلویؒ کا مزار بالاکوٹ شہر میں واقع ہے اور اس پر بھی یہ تحریر کندہ ہے کہ آپ تیرھویں صدی کے مجدّد ہیں۔ اکثر لوگ ان کے مزار پر دعا کے لئے آتے ہیں اور یہ تحریر پڑھتے ہیں مگر اس بات پر غور نہیں کرتے کہ ان کے بعد آنے والے چودھویں صدی کے مجدد کون اور کہاں ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس سوال کا جواب یوں دیا ہے:

’’اب بالآخر یہ سوال باقی رہا کہ اس زمانہ میں امام الزمان کون ہے جس کی پیروی تمام عام مسلمانوں اور زاہدوں اور خواب بینوں اور ملہموں کو کرنی خدا تعالیٰ کی طرف سے فرض قرار دیا گیا ہے۔ سو مَیں اس وقت بے دھڑک کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے فضل اور عنایت سے وہ امام الزمان مَیں ہوں اور مجھ میں خدا تعالیٰ نے وہ تمام علامتیں اور تمام شرطیں جمع کی ہیں اور اس صدی کے سر پر مجھے مبعوث فرمایا ہے‘‘۔

(ضرورت الامام۔روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 495)

آپؑ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اطلاع پا کر دنیا کو آنے والے حوادث سے پہلے سے خبردار کر رکھا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں:

’’حوادث کے بارے میں جو مجھے علم دیا گیا ہے وہ یہی ہے کہ ہر ایک طرف دنیا میں موت اپنا دامن پھیلائے گی اور زلزلے آئیں گے اور شدّت سے آئیں گے۔ اور قیامت کا نمونہ ہوں گے اور زمین کو تہ وبالا کر دیں گے اور بہتوں کی زندگی تلخ ہو جائے گی۔ پھر وہ جو توبہ کریں گے اور گناہوں سے دستکش ہو جائیں گے خدا ان پر رحم کرے گا.........اور فرمایا کہ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچّائی ظاہر کر دے گا‘‘۔

(الوصیت۔روحانی خزائن جلد20 صفحہ 302-303)

مزید فرمایا کہ:

’’اگر دنیا کی آنکھ کھلتی تو وہ دیکھتے کہ مَیں صدی کے سر پر ظاہر ہوا۔ اور چہارم حصّہ کے قریب اب تک چودھویں صدی بھی گزر گئی اور احادیث کے مطابق عین میرے دعویٰ کے وقت رمضان کے مہینہ میں چاند گرہن اور سورج گرہن بھی ہوا اور طاعون بھی ملک میں ظاہر ہوئی اور زلزلے بھی آئے اور آئیں گے مگر افسوس اُن پر جنہوں نے دنیا سے پیار کیا انہوں نے مجھے قبول نہ کیا۔

(الوصیت۔روحانی خزائن جلد20 صفحہ 303 حاشیہ)

18/اکتوبر 2005ء (3/رمضان المبارک 1426ھ) کو صبح آٹھ بج کر 52 منٹ پر خدا تعالیٰ نے زمین کو ایک مرتبہ پھر شدت سے جھنجھوڑا جس سے دیکھتے ہی دیکھتے پاکستان کے شمالی علاقہ جات بالاکوٹ اور مظفر آباد اور ان کے گردونواح میں کیا شہر کیا گاؤں ہزاروں عمارتیں زمین بوس ہوگئیں اور ہر طرف موتا موتی لگ گئی۔ اس قیامت خیز زلزلے سے جس کی شدت 6ء7 ریکارڈ کی گئی ایک اندازے کے مطابق ایک لاکھ سے زائد افراد ہلاک ہوئے۔ لاکھوں افراد بے گھر اور بے شمار زخمی ہوئے۔ زلزلہ اتنا شدید تھا کہ اس سے پہاڑوں میں گہری دراڑیں پڑ گئیں۔ پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر دھوئیں کی شکل میں آسمان پر اڑنے لگے۔ یہ سفیدی مائل دھواں بعد میں کئی روز تک آسمان پر دکھائی دیتا رہا۔ اس زلزلے سے اس قدر نقصان ہوا کہ اس کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ وزیراعظم آزاد کشمیر نے کہا کہ مَیں قبرستان کا وزیراعظم ہوں۔ یہ بات خدائی کاموں میں انسان کی بے بسی کو ظاہر کرتی ہے۔

ایسے ہولناک حوادث کے بارہ میں پہلے ہی متنبہ کر دیا گیا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

پھر چلے آتے ہیں یارو زلزلہ آنے کے دن
زلزلہ کیا اس جہاں سے کوچ کر جانے کے دن
کیوں غضب بھڑکا خدا کا مجھ سے پوچھو غافلو
ہو گئے ہیں اس کا موجب میرے جھٹلانے کے دن

اس شدت کے زلزلے میں ایک نشان اور بھی ظاہر ہوا۔ وہ جنہوں نے امام الزمان کو پہچانا ان میں سے کسی ایک کی بھی اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم سے جان ضائع نہیں ہوئی۔ ایسی جگہیں جہاں بہت زیادہ جانی ومالی نقصان ہوا وہاں بھی اللہ تعالیٰ نے احمدیوں کو غیر معمولی طور پر بچایا۔ بعض کے مکان پہاڑ پر تھے۔ ان کے دائیں طرف سے بھی پہاڑ سرکا اور مکان تباہ ہوئے۔ بائیں طرف سے بھی اور اوپر کی طرف کے مکان بھی گر گئے مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں محفوظ رکھا۔ الحمدللہ علی ذلک۔ ایسی ایک نہیں کئی مثالیں ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کی دعائیں اس روز ہمارے کام آئیں۔ آپ فرماتے ہیں ؎

اے مرے پیارے! یہی میری دعا ہے روز وشب
گود میں تیری ہوں ہم خونِ دل کھانے کے دن

آپ فرماتے ہیں کہ یہ نشان رُکیں گے نہیں بلکہ آتے رہیں گے جب تک کہ انسان اپنی اصلاح نہیں کر لیتا۔

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان حوادث کا ذکر یعنی زلزلوں وغیرہ سے متعلق انذار کا ذکر رسالہ الوصیت میں فرمایا ہے جو اس زلزلے کے آنے سے پورے 100 سال قبل طبع ہوا۔ اور سو سال بعد یعنی 2005ء میں ہمارے موجودہ امام ایدہ اللہ تعالیٰ نے جماعتوں کے چندہ دہندگان کی تعداد کا 50% نظام وصیت میں شامل کرنے کا ٹارگٹ دیا۔ جماعت مظفر آباد (آزاد کشمیر) وہ خوش نصیب جماعت ہے جہاں نظام وصیت میں شامل افراد چندہ دہندگان کی تعداد کا سو فیصد ہیں۔

چودھویں صدی کے مجدّد اور امام مہدی علیہ السلام کو ماننے والے اور اپنے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی تحریک پر لبیک کہنے والے اپنے آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں کا وارث بنا کر اس سے محفوظ رہے۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ امام وقت کی تحریک کے پیچھے خدائی منشاء کارفرما ہوتی ہے اس لئے ہم سب کو چاہئے کہ ہم اس تحریک پر لبیک کہتے ہوئے جلد از جلد وصیتیں کریں اور اپنے آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں کا حقیقی وارث بنا لیں۔ آپؑ رسالہ الوصیت کے آخر میں فرماتے ہیں:

’’بالآخر یہ بھی یاد رہے کہ بلاؤں کے دن نزدیک ہیں اور ایک سخت زلزلہ جو زمین کو تہ وبالا کر دے گا قریب ہے۔ پس وہ جو معائنہ عذاب سے پہلے اپنا تارک الدنیا ہونا ثابت کر دیں گے اور نیز یہ بھی ثابت کر دیں گے کہ کس طرح انہوں نے میرے حکم کی تعمیل کی خدا کے نزدیک حقیقی مومن وہی ہیں اور اس کے دفتر میں سابقین اوّلین لکھے جائیں گے۔ اور مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ زمانہ قریب ہے کہ ایک منافق جس نے دنیا سے محبت کر کے اِس حکم کو ٹال دیا ہے وہ عذاب کے وقت آہ مار کر کہے گا کہ کاش مَیں تمام جائیداد کیا منقولہ اور کیا غیر منقولہ خدا کی راہ میں دیتا اور اس عذاب سے بچ جاتا۔

یاد رکھو! کہ اس عذاب کے معائنہ کے بعد ایمان بے سُود ہوگا اور صدقہ خیرات محض عبث۔ دیکھو! مَیں بہت قریب عذاب کی تمہیں خبر دیتا ہوں۔ اپنے لئے وہ زاد جلد تر جمع کرو کہ کام آوے۔ مَیں یہ نہیں چاہتا کہ تم سے کوئی مال لُوں اور اپنے قبضہ میں کر لوں۔ بلکہ تم اشاعتِ دین کے لئے ایک انجمن کے حوالے اپنا مال کرو گے اور بہشتی زندگی پاؤ گے۔ بہتیرے ایسے ہیں کہ وہ دنیا سے محبت کر کے میرے حکم کو ٹال دیں گے مگر بہت جلد دنیا سے جدا کئے جائیں گے تب آخری وقت میں کہیں گے۔ ھٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ‘‘۔

(الوصیت ۔روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 328-329)

اللہ تعالیٰ دنیا کو اس زمانے کے مامور و مرسل کو پہچاننے اور ہمیں ان کی دعائیں سمیٹنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

❁❁❁❁❁

الفضل خود بھی پڑھئے اور اپنے زیرِ تبلیغ دوستوں کو بھی پڑھنے کے لئے دیجئے۔ یہ بھی دعوت الی اللہ کا ایک مفید ذریعہ ہے۔

(مینجر)

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم ودلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔ خط و کتابت کیلئے ہمارا پتہ حسب ذیل ہے۔ براہ کرم خطوط میں اپنے مکمل پتہ کے علاوہ فون نمبر بھی ضرور تحریر فرمائیں:

AL-FAZL DIGEST, 22 DEER PARK ROAD,
LONDON SW19 3TL U.K.

''الفضل ڈائجسٹ'' کی ویب سائٹ کا پتہ یہ ہے:-

http://www.alislam.org/alfazal/d/

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ کا سالانہ نمبر 2006ء

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ نے 18/دسمبر 2006ء کو اپنا سالانہ نمبر شائع کیا جس میں حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دورہ مشرق بعید کے حوالہ سے خصوصی مضامین، اہم رپورٹس، چیدہ چیدہ معلومات اور چند تصاویر بھی شائع کی گئیں۔ بڑے سائز کے قریباً ایک سو صفحات پر مشتمل یہ ضخیم شمارہ بلاشبہ ایک تاریخی دستاویز کے طور پر محفوظ رکھنے کے لائق ہے۔ آئندہ چند شماروں میں اسی خصوصی اشاعت کے حوالہ سے اس کے مضامین کا خلاصہ ہدیۂ قارئین کیا جارہا ہے۔

سنگاپور۔ تاریخ۔ طرز حکومت۔ حکمران

جمہوریہ سنگاپور کا پرانا نام Tumasek یعنی سمندر ہے۔ جبکہ شیروں کا مسکن ہونے کی وجہ سے اسے ملائی زبان میں سنگاپور کہا گیا۔

سنگاپور کی لمبائی 42 کلومیٹر اور چوڑائی 23 کلومیٹر ہے۔ اس کے اردگرد 50 ملحق چھوٹے جزائر بھی ہیں۔ ساحل 193 کلومیٹر ہے جبکہ کُل کا رقبہ 640 مربع کلومیٹر اور آبادی تیس لاکھ سے زائد ہے۔ دارالحکومت سنگاپور سٹی کی آبادی 3 لاکھ ہے۔ یہاں کے مذاہب میں بدھ مت 30 فیصد، عیسائی 19 فیصد، مسلم 16 فیصد ہیں۔ ہندو اور تاؤازم کے پیروکار بھی موجود ہیں۔ آبادی میں چینی 78 فیصد ہیں۔

سنگاپور 9/اگست 1965ء کو آزاد ہوا۔ یہاں زرعی پیداوار کے ساتھ ساتھ کئی اہم صنعتیں بھی موجود ہیں جن میں جہاز سازی، تیل کی صفائی، الیکٹرانکس کا سامان، کیمیائی اشیاء، کاغذ، ادویات، کپڑا سازی، پلاسٹک، ربڑ کی مصنوعات، سٹیل پائپ، پلائی ووڈ، فوڈ پیکنگ، لکڑی کا سامان، سیاحت، کمپیوٹر پارٹس اور ماہی گیری شامل ہیں۔ سنگاپور کی قومی فضائی کمپنی 'سنگاپور ایئرلائنز' ہے جبکہ ایشیا کا سب سے بڑا چانگی ایئرپورٹ اور بندرگاہ بھی موجود ہے۔ نیز 26 کلومیٹر لمبی ریلوے اسے ملائشیا سے ملاتی ہے۔

سنگاپور میں سب سے پہلے ملائی نسل کے ماہی گیر آباد ہوئے۔ پھر کئی قریبی ریاستیں حملہ آور ہوئیں اور آخر 14ویں صدی کے آخر میں ملاکا نے اس پر اپنی ملکیت کا دعویٰ کیا۔ پھر کئی صدیوں تک یہ جزیرہ بے آباد رہا اور اس نے ایک ہولناک جنگل کی صورت اختیار کرلی۔ یہ خونخوار درندوں، شیروں اور مگرمچھوں کا مسکن بن گیا۔ بعدازاں بحری ڈاکوؤں اور قزاقوں نے اسے اپنا مسکن بنالیا۔ اس دَور میں یہ ریاست Johor کی ملکیت تھا۔

19ویں صدی میں برٹش ایسٹ انڈیا کمپنی نے اس جزیرہ پر قبضہ کرنے کے لئے یہاں تجارتی فیکٹری قائم کرنا چاہی اور ملایا میں کمپنی کے نمائندے سرتھامس سٹام فورڈ ریفلز نے مختلف طریقوں سے سلطان جوہور کے ایک قریبی رشتہ دار کو پھانس لیا جس کی وساطت سے سنگاپور کے سلطان عبدالرحمٰن کے بھائی حسین والیٔ جوہور نے 6 فروری 1819ء کو ایک معاہدہ کے تحت سنگاپور کو برٹش کمپنی کے ہاتھ فروخت کردیا۔ 2/اگست 1824ء کو کمپنی نے رقم ادا کرکے سنگاپور کو حاصل کرلیا اور 1826ء میں پہلے اسے ملاکا اور پنیانگ کے ساتھ شامل کرکے برٹش انڈیا کے کنٹرول میں دیا گیا اور پھر 1851ء میں اس کا براہ راست کنٹرول گورنر جنرل انڈیا کو دیدیا گیا۔ یکم اپریل 1867ء کو یہ آبادیاں برطانوی نو آبادیاتی اختیارات کے تحت کراؤن کالونیاں بن گئیں۔

پہلی جنگ عظیم کے بعد 1921ء میں برطانیہ نے ایک بڑا بحری اڈہ سنگاپور میں تعمیر کیا اور کئی فوجی چھاؤنیاں قائم کیں جن کا استعمال برطانیہ نے دوسری جنگ عظیم میں کیا۔ انگریزوں نے سنگاپور کو دنیا کی ایک بڑی بندرگاہ بنادیا، جدید عمارتیں اور رہائشی کالونیاں تعمیر کیں۔

جنوری 1942ء میں دوسری عالمی جنگ کے دوران جاپانی فوجیں جزیرہ نما ملایا تک پہنچ گئیں تو برطانیہ نے سنگاپور کو بچانے کے لئے اپنے دو جنگی بحری جہاز بھیج دیئے۔ لیکن 8 فروری 1942ء کو جاپانیوں نے آبنائے جوہور عبور کرلی تو 15 فروری کو برٹش کمانڈر نے ہتھیار ڈال دیئے۔ جاپانیوں نے سنگاپور پر شدید بمباری بھی کی۔ جس جاپانی فوجی نے سب سے پہلے سنگاپور کی سرزمین پر قدم رکھا اس کا نام Shonanto تھا۔ چنانچہ جب تک جاپانی قابض رہے ملک کا نام شنٹو ہی رہا۔ جاپانیوں نے یہاں ایک لاکھ 38 ہزار اتحادی فوجیوں کو جنگی قیدی بنالیا۔ اگست 1945ء میں جاپان کو شکست ہوئی تو 6 ستمبر 1945ء کو برطانوی فوج نے سنگاپور پر دوبارہ قبضہ کرلیا۔

یکم اپریل 1946ء کو سنگاپور کو برٹش کراؤن کالونی کا درجہ دیا گیا اور جولائی 1947ء میں علیحدہ انتظامی اور قانون ساز کونسلیں وجود میں آئیں مگر برٹش گورنر نے سنگاپور پر اپنی گرفت مضبوط رکھی۔ تاہم آزادی کی طرف بھی سفر رواں دواں رہا۔ آخر 28 مئی 1958ء کو لندن میں ایک آئینی سمجھوتے پر دستخط ہوگئے۔ جس کے بعد 30 مئی 1959ء کو سنگاپور کے پہلے عام انتخابات ہوئے اور 3/جون 1959ء کو سنگاپور کو مکمل داخلی خودمختاری مل گئی۔ البتہ دفاع اور خارجہ امور برطانیہ کے ہاتھ میں رہے۔

16 ستمبر 1963ء کو سنگاپور ملایا، شمالی بورنیو (صباح) اور سراواک کے ساتھ فیڈریشن آف ملائشیا میں شامل ہوا۔ لیکن کچھ ہی عرصہ بعد ملائی اور چینی آبادی کے تعلقات کشیدہ ہونے پر 9/اگست 1965ء کو سنگاپور اس وفاق سے علیحدہ ہوکر ایک خودمختار ملک بن گیا۔ 22 دسمبر 1965ء کو سنگاپور کو جمہوریہ قرار دیدیا گیا۔ 31/اکتوبر 1971ء کو ملک میں 152 سال سے موجود برطانوی فوجیں واپس چلی گئیں۔ تاہم برطانیہ، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ اور ملائشیا نے ایک معاہدہ کے تحت اس کے دفاع کی ذمہ داری اٹھائی ہوئی ہے۔

اس وقت سنگاپور آزاد جمہوریہ ہے۔ صدر ریاست کا سربراہ اور مسلح افواج کا کمانڈر انچیف ہے جو براہ راست عوام کے ووٹوں سے منتخب ہوتا ہے۔ جبکہ وزیراعظم حکومت کا سربراہ ہے۔ قانون سازی کا اختیار 83 رکنی منتخب پارلیمنٹ کو حاصل ہے۔

21 ستمبر 1994ء کو سنگاپور کو ایشیا کا آزاد تجارتی علاقہ قرار دیا گیا تھا اور یکم جنوری 1996ء کی عالمی رپورٹ کے مطابق سنگاپور دنیا کا 9واں امیر ترین ملک تھا۔ اسے 'ایشیا کا پیرس'، 'مشرق و مغرب کا دروازہ'، 'بحرالکاہل کی کنجی' اور 'مشرق کا نگینہ' بھی کہا جاتا ہے۔ ملائشیا اور سنگاپور کے درمیان ایک میل کے سمندر پر انگریزوں کا قائم کردہ پُل انجینئرنگ کا اعلیٰ شاہکار و نمونہ ہے۔ پل کے اختتام پر کچھ حصہ اس طرح بنایا گیا ہے کہ جب کوئی بحری جہاز گزارنا ہوتو اسے اٹھادیا جاتا ہے۔ دنیا میں تیل صاف کرنے کا تیسرا بڑا کارخانہ بھی سنگاپور میں ہے۔ 1980ء میں یہاں نیشنل یونیورسٹی آف سنگاپور بھی قائم ہوئی۔

سنگاپور میں احمدیت

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ کے سالانہ نمبر 2006ء میں شامل اشاعت مکرم عبدالستار خان صاحب کے مضمون میں سنگاپور میں احمدیت کی تاریخ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

6 مئی 1935ء کو تحریک جدید کے مربیان کا ایک قافلہ قادیان سے روانہ ہوا جن میں مکرم مولوی غلام حسین ایاز صاحب (سنگاپور)، مکرم صوفی عبدالغفور صاحب (چین) اور مکرم صوفی عبدالقدیر نیاز صاحب (جاپان) شامل تھے۔

مکرم مولوی غلام حسین ایاز صاحب سنگاپور، ملاکا اور پنیانگ کی ریاستوں کے لئے بھجوائے گئے تھے۔ روانگی کے وقت آپ کو صرف اخراجات سفر دیئے گئے۔ آپ ایک لمبے عرصہ تک خود آمد پیدا کرکے گزارہ کرتے رہے اور مشن چلاتے رہے۔ آپ کو وہاں شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ آپ 14/مارچ 1936ء کو سنگاپور سے ملایا تشریف لے گئے اور کئی شہروں کا تبلیغی دورہ کیا اور انگریزی اور ملائی زبان میں ٹریکٹ تقسیم کئے۔ دس روز بعد آپ ریاست ملاکا کے شہروں میں پیغام پہنچانے چلے گئے۔ 21/اپریل کو 'نگری سمبلین' کے شہر سرمبان سے ہوکر 24/اپریل کو کوالالمپور تشریف لے گئے۔ سنگاپور میں احمدیت کا بیج بویا جاچکا تھا اور سعید روحیں کھنچی آرہی تھیں۔ کامیابی کے آثار دیکھ کر وسط 1937ء میں ملایا میں مخالفت کا بازار گرم ہوگیا۔ یکم ستمبر 1937ء کو آپ ملایا کی ایک ریاست سلانگور میں تشریف لے گئے جہاں کلانگ میں پانچ اشخاص (جن میں حافظ عبدالرزاق صاحب بھی تھے) مشرف بہ احمدیت ہوئے۔ جنوری 1940ء کو یہاں پندرہ احمدیوں پر مشتمل ایک جماعت قائم ہوچکی تھی۔

یکم ستمبر 1939ء کو دوسری جنگ عظیم چھڑ گئی تو جاپان نے دو تین ماہ کے اندر اندر سنگاپور سمیت بحرالکاہل کے بہت سے جزیروں پر قبضہ کرلیا۔ یہ ایام سنگاپور مشن اور مولوی ایاز صاحب کے لئے انتہائی صبرآزما تھے۔ خصوصاً جاپانیوں کے خلاف پراپیگنڈا کرنے کی وجہ سے آپ پر بہت سختیاں کی گئیں۔ آپ اس زمانہ میں بڑی رقت اور گداز سے دعائیں کرتے تھے اور اکثر بذریعہ کشف اور الہام دعا کی قبولیت اور آئندہ کامیابی کے متعلق بشارات آپ کو مل جاتی تھیں۔

محترم مولانا ایاز صاحب کی کوششوں کا پہلا پھل حاجی جعفر صاحب ابن حاجی وانتارا صاحب تھے جو جنوری 1937ء میں حلقہ بگوش احمدیت ہوئے۔ آپ بھی شدید مصائب میں ثابت قدم رہے۔ ایک مرتبہ تو اڑھائی سو مسلح افراد نے آپ کے مکان کا محاصرہ کرلیا اور آپ سے احمدیت سے منحرف ہونے کا مطالبہ کیا اور بصورت دیگر قتل کردینے کی دھمکی دی۔ آپ نے اونچی آواز سے تشہد پڑھ کر اعلان کیا کہ میں کس بات سے توبہ کروں؟ جب اس کے باوجود مجمع مشتعل رہا اور مکان میں گھس کر جانی نقصان پہنچانے کی دھمکیاں دیتا رہا تو آپ ایک چھرا ہاتھ میں لے کر اپنے دروازہ میں کھڑے ہوگئے اور مخالفین کو للکار کر کہا کہ اگر کسی میں جرأت ہے کہ بری نیت سے میرے مکان میں گھسنے کی کوشش کرے تو آگے بڑھ کر دیکھ لے کہ اس کا کیا

جماعت احمدیہ امریکہ کے رسالہ ''النور'' جولائی و اگست 2006ء میں شائع ہونے والی مکرم صادق باجوہ صاحب کی ایک نظم سے انتخاب ہدیۂ قارئین ہے۔ یہ نظم حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کے دورۂ امریکہ سے پہلے انتظار کرتے ہوئے کہی گئی:

اے امامِ وقت اے ماہِ تمام !
تیری آمد ہے بہاروں کا پیام
وحدتِ ملّت خلافت کا نظام
ہو بصد تکریم و عزت السلام
اے امیرالمومنیں! تجھ پر سلام...... السلام، السلام ، السلام
ہو اطاعت میں رضائے بندگی
خدمت دیں ہو برائے زندگی
ہے خلافت تو بقائے زندگی
محویت سے دعا کا ہو التزام
اے امیرالمومنیں! تجھ پر سلام...... السلام، السلام، السلام

حشر ہوگا۔ مکان کی دوسری سمت سے حاجی صاحب کی بہادر لڑکی تلوار لے کر باہر نکل آئی اور کہا کہ میرے والد جب سے احمدی ہوئے ہیں، میں نے ان میں کوئی خلاف شرع بات نہیں دیکھی بلکہ ایمان اور عملی ہر لحاظ سے وہ پہلے سے زیادہ پکے دیندار ہیں۔ پس اگر کسی نے میرے باپ پر حملہ کرنے کی جرأت کی تو وہ جان لے کہ اس کی خیر نہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس مشتعل مجمع پر ایسا رعب طاری کیا کہ مقامی ملائی پولیس کے بعض افراد کی تائید کے باوجود کسی کو آپ کے گھر میں گھسنے یا حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔

محترم مولانا غلام حسین ایاز صاحب کا ذکر خیر کرتے ہوئے مکرم محمد نصیب عارف صاحب (جو جنگ عظیم دوم کے دوران سنگاپور میں قید رہے) نے اپنے ایک مضمون میں لکھا تھا کہ مولوی صاحب کو احمدیت کے لئے بہت تکالیف سہنی پڑیں۔ شروع ہی مخالفین نے آپ کے گھر پر خشت باری کرنا شروع کردی جس کے نتیجہ میں آپ کو کئی کئی دن مکان کے اندر بند رہنا اور خوراک اور دیگر ضروریات کیلئے تنگ ہونا پڑتا۔ پولیس نے گورنمنٹ کے ریکارڈ میں بھی آپ کو بلیک لسٹ کیا ہوا تھا۔ لیکن بعد میں خدا کے فضل سے سارے مخالفین ایک ایک کرکے مختلف جرموں کی پاداش میں جاپانیوں کے ہاتھوں سزایاب ہوئے۔

جنگ عظیم کے دوران مولوی صاحب کے لئے خداتعالیٰ نے ایک خاص نشان دکھایا اور آپ کے اعلان کے مطابق آپ کے گھر کے اردگرد کے مکانات کو کافی نقصان پہنچا اور کافی لوگوں کی اموات ہوئیں مگر آپ کا گھر محفوظ رہا۔ پھر ایک خدائی مدد یوں نازل ہوئی کہ ایک جاپانی افسر آپ کے مکان کے سامنے موٹر سائیکل سے گر گیا۔ آپ اس کو اٹھا کر اپنے مکان میں لے گئے۔ تیمار داری اور مرہم پٹی کی اور اس کو کیمپ میں پہنچانے کا بندوبست کیا۔ اس پر وہ افسر آپ کو تحریر دے گیا کہ آپ سنگاپور میں جس طرح چاہیں رہیں۔ چنانچہ جاپانی حکومت کے قبضہ کے دوران کسی مخالف کو سر اٹھانے کی جرأت نہ ہوسکی۔ 1943ء اور 1944ء مولوی صاحب کے لئے مالی لحاظ سے بہت کٹھن تھے۔ 1945ء میں آپ کی حالت خداتعالیٰ کے فضل سے پھر بہتر ہونی شروع ہوگئی تو خداتعالیٰ کی غیبی امداد سے انہوں نے ہم احمدی جنگی قیدیوں کی مدد کیلئے دو ہزار ڈالر کی رقم روانہ فرمائی۔ اس وقت واقعی ہمیں روپیہ کی بڑی ضرورت تھی۔ ابھی وہ روپیہ ہم کو پہنچنے نہ پایا تھا کہ صلح ہوگئی اور وہ رقم مولوی صاحب کو واپس لوٹا دی گئی۔

سنگاپور سے واپسی کے وقت جب ہم نے آپ سے کہا کہ آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں تو آپ نے فرمایا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی اجازت کے بغیر میں ایک قدم بھی یہاں سے ہلانا اپنے لئے معصیت سمجھتا ہوں۔ آپ نے اتنا بھی نہ کہا کہ میرا فلاں پیغام میرے گھر والوں کو پہنچا دینا بلکہ یہی کہا کہ حضور انور کو میرا سلام دینا اور میری تبلیغی مساعی کے لئے دعا کی درخواست کرنا۔

محمد یونس فاروق صاحب 11/جنوری 1946ء کو حضرت مولوی صاحب کے ذریعہ سے مشرف بہ احمدیت ہوئے اور تقریباً پانچ ماہ سنگاپور میں رہنے کے بعد واپس ہندوستان آئے۔ انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے نام ایک خط میں لکھا: مولوی صاحب کی جدوجہد کا میرے دل پر بہت اثر ہوا۔ موصوف نے خدمت دین میں اتنی محنت اٹھائی ہے کہ قبل از وقت بوڑھے ہوگئے ہیں۔ اور ہمیشہ بیمار رہنے کے باوجود دعوت الی اللہ میں مصروفیت کا یہ عالم ہے کہ صبح چار بجے سے لے کر رات گیارہ بارہ بج جاتے ہیں۔ اس عرصہ میں موصوف کو گھڑی بھر کی بھی فرصت نہیں ملتی کہ ذرا آرام کرلیں۔ دن بھر کبھی تو سلسلہ کے لٹریچر کا ملائی زبان میں ترجمہ ہورہا ہے، کبھی مضمون تیار ہورہا ہے۔ دن بھر سوالات اور اعتراضات کرنے والوں کا تانتا بندھا رہتا ہے اور ان کو سمجھانے میں گھنٹوں مغززنی کرنی پڑتی ہے۔ ملایا کے احمدی بچوں کی تعلیم و تربیت بھی خود ہی کرتے ہیں۔ پھر گھروں میں جا کر بھی دعوت الی اللہ کی جاتی ہے۔

یہاں احمدیت کے خلاف بہت سخت پروپیگنڈا کیا گیا اور اکثر لوگ ایسے سخت دشمن ہیں کہ جنگ سے پہلے کے زمانہ میں اکثر اوقات وعظ کے لئے اپنی مسجد یا اپنے گھر پر بلا کر مولوی صاحب کو بڑی بے رحمی سے زدوکوب بھی کرتے تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے چن چن کر جاپانیوں کے ہاتھوں سب کو ٹھکانے لگا دیا۔ جاپانی قبضہ کے زمانہ کے مولوی صاحب کے کارنامے معجزات سے کم نہیں۔ ہر وقت جاپان ملٹری پولیس اور CID پیچھے لگی رہتی مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو قبل از وقت اطمینان دلا دیا تھا کہ آپ پکڑے نہیں جائیں گے۔ چنانچہ یہ نشان دیکھ کر اکثر مخالفین احمدیت کی صداقت کے قائل اور مولوی صاحب کے بہت معتقد ہوگئے اور بعضوں نے بیعت بھی کرلی۔

سخت سے سخت حالات میں بھی مولوی صاحب مایوس نہیں ہوئے۔ اور آپ کی انتھک کوششوں کا نتیجہ دیکھ کر ماننا پڑتا ہے کہ یہ بھی احمدیت کا معجزہ ہے۔ آپ نے نہ صرف یہاں جماعت قائم کی بلکہ اس کی تنظیم اور تربیت میں بھی کمال کردیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے محترم مولانا صاحب کی قربانیوں اور ان کے شاندار نتائج کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک بار فرمایا: ''ملایا میں یا تو یہ حالت تھی کہ مولوی غلام حسین صاحب ایاز کو ایک دفعہ لوگوں نے رات کو مار مار کر گلی میں پھینک دیا اور کتے ان کو چاٹتے رہے اور یا اب جو لوگ ملایا سے واپس آئے ہیں انہوں نے بتایا ہے کہ اچھے اچھے مالدار ہوٹلوں کے مالک اور معزز طبقہ کے ستر اسّی کے قریب دوست احمدی ہوچکے ہیں اور یہ سلسلہ روز بروز ترقی کررہا ہے''۔

محترم مولانا صاحب 6 مئی 1935ء کو قادیان سے روانہ ہوئے تھے اور پندرہ برس بعد 24 نومبر 1950ء کو ربوہ میں تشریف لائے۔ اس کے بعد آپ 8/اکتوبر 1956ء کو دوبارہ سنگاپور میں اعلائے کلمۃ الحق کے لئے بھجوائے گئے۔ کچھ عرصہ سنگاپور میں مقیم رہنے کے بعد بورنیو میں متعین کئے گئے۔ آپ ذیابیطس کے مریض تھے۔ یہ بیماری بورنیو آکر یکایک بڑھ گئی اور 17,18/اکتوبر 1959ء کی درمیانی شب آپ وفات پاگئے۔

محترم مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری کا بیان ہے کہ 1938ء یا 1939ء میں سنگاپور کی جامع مسجد سلطان میں ایک عالم کا ہماری جماعت کے خلاف لیکچر تھا۔ مکرم مولوی غلام حسین صاحب ایاز بھی وہاں تشریف لے گئے اور اس کے اعتراضات کا جواب دیا تو مجمع میں سے بعض لوگوں نے آپ کو سخت مارا اور گھسیٹ کر بالائی منزل سے نیچے پھینک دیا۔ چنانچہ آپ کو کمر اور سر پر سخت چوٹیں آئیں اور آپ بیہوش ہوگئے۔ ایک احمدی دوست محمد علی صاحب نے بھاگ کر پولیس کو اطلاع دی۔ چنانچہ پولیس مولوی صاحب کو کوئی آدھ گھنٹہ کے بعد وہاں سے اٹھا کر ہسپتال لے گئی۔ جہاں پر آپ کو کئی گھنٹوں کے بعد ہوش آیا اور ہفتہ عشرہ ہسپتال میں رہنا پڑا۔ اسی طرح ایک مرتبہ آپ کو مخالفت کی وجہ سے بعض دشمنوں نے چلتی بس سے دھکا دے کر باہر بازار میں پھینک دیا جس سے آپ کے منہ اور سر پر شدید چوٹیں آئیں۔

حضرت مولانا ایاز صاحب نے 1947ء میں 19 ہزار 137 مربع فٹ کا ایک قطعہ زمین مرکز اور مسجد کے لئے خریدا تھا جس میں لکڑی سے بنا ہوا ایک مکان بھی تھا جو 1983ء تک بطور مسجد استعمال ہوتا رہا۔ 1983ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اس جگہ ایک وسیع مسجد طٰہٰ کا سنگ بنیاد رکھا جو دو سال میں پایہ تکمیل کو پہنچی۔

ایک غیر از جماعت کیپٹن سید ضمیر احمد جعفری نے جون 1946ء میں جماعت احمدیہ کو ایک خط میں لکھا کہ میں حال ہی میں مشرق بعید سے آیا ہوں۔ ملایا جاوا وغیرہ میں آپ کے سلسلہ کی طرف سے مولوی غلام حسین صاحب ایاز تبلیغ کا کام کررہے ہیں۔ اپنے منصب کو وہ انتہائی ایثار و خلوص اور خاصے سلیقہ کے ساتھ انجام دے رہے ہیں بلکہ جن دشواریوں اور نامساعد حالات میں سے وہ گزر رہے تھے، اگر اس پر غور کیا جائے تو ان کے استقلال، حوصلہ اور ہمت پر حیرت ہوتی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ وہ اس کام کو ایک فریضۂ ایمانی سمجھ کر رہے ہیں۔ ضمناً میں یہاں ایک ذاتی تاثر کا ذکر کروں جس پر مجھے اب بے اختیار ہنسی آتی ہے۔ بیرون ملک جانے سے پیشتر احمدیت کے متعلق کوئی خیال آتے ہی میں اکثر سوچا کرتا تھا کہ ان کے مربیان کے لئے تو مزے ہی مزے ہیں۔ دیس دیس کی سیر اور فارغ البالی کی زندگی۔ آدمی کو یہ دو چیزیں مل جائیں تو اَور کیا چاہئے۔ مگر ملایا میں مولوی غلام حسین ایاز کو دیکھ کر میری اس خوش فہمی کو سخت دھکا لگا ہے۔ میں نے ان کو دیکھا ہے کہ یہ لوگ خاص محنت و مشقت کی زندگی گزار رہے تھے۔ اتنی مشقت اگر وہ اپنے وطن میں کریں تو کہیں بہتر گزر بسر کرسکتے ہیں۔

سنگاپور کے لئے محترم مولوی ایاز صاحب کے علاوہ ابتدا میں جو مربیان بھجوائے گئے اُن میں مکرم مولوی عنایت اللہ صاحب جالندھری 18/اپریل 1936ء کو سنگاپور روانہ ہوئے۔ آپ کے ساتھ مکرم مولوی شاہ محمد صاحب ہزاروی بھی تھے جو چند ماہ تک سنگاپور میں فرائض بجالانے کے بعد 1937ء میں جاوا منتقل ہوگئے۔ تیسرے مربی محترم مولوی امام الدین صاحب ملتانی تھے جو 18 جون 1946ء کو قادیان سے روانہ ہوکر 6 جولائی 1946ء کو سنگاپور پہنچے۔ ٹرانسپورٹ کی مشکلات کی وجہ سے آپ ایک بحری جہاز میں بطور دھوبی ملازم ہوکر سنگاپور پہنچے۔ جنگ کے بعد سنگاپور میں افراتفری کا عالم تھا۔ چنانچہ تھوڑا بہت کام کرکے گزارا کرتے اور ساتھ تبلیغ بھی جاری رکھی۔ 1950ء میں آپ مرکز کے ارشاد پر انڈونیشیا چلے گئے۔

مکرم مولانا محمد صدیق صاحب امرتسری مرحوم مربی سنگاپور کی احمدیوں کے اخلاص اور مسجد کی تعمیر کے حوالہ سے ایک تحریر اسی خصوصی اشاعت میں مکرّر شائع ہوئی ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ محترم وارتم بن مارتھا نے محترم ایاز صاحب کے ذریعہ قبول احمدیت کا شرف پایا۔ آپ نے سنگاپور جماعت پر آمدہ بڑے صبر آزما ادوار بھی دیکھے اور دوسرے احمدیوں کی طرح ہمیشہ استقامت اور صبر کا اعلیٰ نمونہ دکھایا۔ آپ کا مکان اپنے حلقہ میں ایک مرکز تھا جہاں باجماعت نماز اور درس وغیرہ کا انتظام ہوا کرتا تھا۔ آپ ہر اجتماع کے موقع پر اپنے غیر از جماعت دوستوں کو بھی تبلیغ کے لئے مدعو کر لیتے اگرچہ اس وقت گورنمنٹ ہسپتال میں معمولی کارکن تھے لیکن ہمیشہ فراخدلی سے مہمان نوازی کرتے تھے۔

سنگاپور میں حضرت مولانا ایاز صاحب کے ذریعہ پہلی تعمیر کردہ مسجد پندرہ بیس سال بعد ناکافی ہوگئی تھی اور عمارت بھی اس قدر بوسیدہ ہوگئی تھی کہ اس کے کچھ حصہ کو گرا کر نئی مسجد بنانا ناگزیر ہوگیا تھا تاہم مالی تنگی کی وجہ سے عرصہ تک ایسا نہ کیا جاسکا۔ آخر 1964ء میں خاکسار نے مسجد کی تعمیر نو کے لئے چندہ کی تحریک کی تو تین سو ڈالرز جمع ہوگئے اور مرکز سے صرف سات سو ڈالر گرانٹ مل سکی جبکہ ہمیں تین چار ہزار ڈالرز کی رقم درکار تھی۔ پس خاکسار مسلسل چندہ کی تلقین کرتا رہا۔ قریباً ایک سال بعد ایک روز برادرم وارتم بن مارتھا صاحب نے مجھے ڈیڑھ ہزار ڈالر کی رقم یہ کہہ کر دی کہ اسے مَیں نے حج کے لئے جمع کیا تھا، لیکن مسجد کی تعمیر اوّلیت رکھتی ہے۔ اُن کی اس قربانی کو دیکھ کر بہت سے مخیّر احباب نے بھی بڑی بڑی رقمیں پیش کردیں اور خدا کے فضل سے تین چار ہزار ڈالرز میں 1965ء میں وہاں نئی خوبصورت مسجد تیار ہوگئی جس کے لئے لاتعداد وقارعمل بھی منائے گئے۔

جماعت احمدیہ امریکہ کے رسالہ ''النور'' جولائی و اگست 2006ء میں شامل اشاعت مکرمہ امۃ الرحمٰن صاحبہ کی ایک نظم سے انتخاب ہدیہ قارئین ہے جو حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کے دورۂ امریکہ سے پہلے انتظار کرتے ہوئے کہی گئی:

راہ میں آنکھیں بچھائے ہم کھڑے ہیں سیّدی
تیرے بڑھنے سے قدم اپنے بڑھے ہیں سیّدی
ہر مصیبت سے ہمیشہ ہم لڑے ہیں سیّدی
تیری ہی الفت میں تو ہم بھی مرے ہیں سیّدی

خشک سالی ہے یہاں برسوں سے ہے دورِ خزاں
ارضِ امریکہ بھی دیکھے گی بہاروں کے نشاں
اے بہارِ جاوداں! دینِ خدا کے پاسباں
کارواں ہے منتظر، آتے ہیں میر کارواں

Muslim Television Ahmadiyya
Weekly Programme Guide
11th January 2008 – 17th January 2008

Please Note that programmes and timings may change without prior notice. All times are given in Greenwich Mean Time.
For more information please phone on +44 20 8875 4272 or fax +44 20 8874 8344

Friday 11th January 2008

00:05	Tilaawat, Dars-e-Malfoozat, & MTA News
01:00	Al Maa'idah
01 :25	Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking Guests. Recorded on 11th February 1997.
02:30	The Inside Story of 1953: discussion programme hosted by Syed Hameedullah Nusrat Pasha wityh guests Dabeer Ahmad Peer and Mirza Sultan Ahmad.
03:30	Friday Sermon delivered by Hadhrat Khalifatul Masih V on 27th May 2005.
04:55	Tarjamatul Qur'an Class: In depth explanation of Qur'anic verses by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 14th October 1997.
06:05	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News
07:15	Gulshan-e-Waqfe Nau (Atfal) with Huzoor, recorded on 12th February 2006.
08:25	Le Francais C'est Facile: Lesson no. 107.
08:50	Siraiki Service: a discussion in Siraiki on the life and character of the Holy Prophet (saw).
09:25	Urdu Mulaqa'at with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Urdu speaking guests. Session 60 recorded on 1st December 1995.
10:25	Indonesian Service
11:25	Seerat Sahaba Rasool (saw)
12:05	Tilaawat & MTA News
13:00	Live Friday Sermon delivered by Hadhrat Khalifatul Masih V from Baitul Futuh.
14:30	Dars-e-Hadith
14:45	Bengali Reply to Allegations: a Bengali discussion programme replying to various allegations made against the Ahmadiyya Jama'at.
15:45	Friday Sermon [R]
17:25	Spotlight: an interview with Naseer Turabi.
18:30	Arabic Service: Arabic discussion programme about the true concepts of Islam, hosted by Muhammad Sharif.
20:35	MTA International News Review Special
21:10	Friday Sermon [R]
22:25	MTA Travel: a visit to the Ottawa Winter Festival.
22:50	Urdu Mulaqa'at: session 60 [R]

Saturday 12th January 2008

00:00	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA Jamaat News
00:50	Le Francais C'est Facile: lesson no. 107
01:15	Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Recorded on 12th February 1997.
02:20	Spotlight: an interview with Naseer Turabi.
03:40	Friday Sermon: recorded on 11/01/08.
05:00	Urdu Mulaqa'at: session 60
06:00	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News
07:10	Gulshan-e-Waqfe Nau (Nasirat) Class with Huzoor. Recorded on 26th September 2004.
08:30	Friday Sermon: rec. 11/01/08 [R]
09:35	Qur'an Quiz
10:00	Indonesian Service
10:55	French Service
12:00	Tilaawat & MTA News
13:00	Bangla Shomprochar
14:00	Intikhab-e-Sukhan
15:00	Gulshan-e-Waqfe Nau (Nasirat) [R]
16:05	Seerat Sahabiyat: Discussion on the topic of the Character of Hadhrat Sayeda Nawab Mubarika Begum Sahiba (ra).
17:00	Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad Khalifatul Masih IV (ra) in Urdu. Recorded on 08/02/1984.
17:45	Qur'an Quiz
18:00	MTA Variety: a documentary about Camels.
18:30	Arabic Service: Arabic discussion programme about the true concepts of Islam, hosted by Muhammad Sharif.
20:35	International Jama'at News
21:05	Gulshan-e-Waqfe Nau (Nasirat) [R]
22:15	MTA Variety [R]
22:55	Friday Sermon: rec. 11/01/08 [R]

Sunday 13th January 2008

00:00	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News
01:15	Qur'an Quiz
01:30	Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Recorded on 17th February 1997.
02:30	Seerat Sahabiyat: a programme about the Life and Character of Hadhrat Sayeda Nawab Mubarika Begum Sahiba (ra).
03:30	Friday Sermon: rec. 11/01/08
04:30	Question and Answer Session
05:20	MTA Variety: a documentary about Camels.
06:05	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News
07:00	Children's Class with Huzoor, recorded on 22nd January 2005.
07:50	MTA Travel: a visit to Dubai Creek
08:05	Learning Arabic: lesson no. 6
08:20	Huzoor's Tours: programme documenting Huzoor's visit to Denmark.
09:00	Al Maaidah: a cookery programme.
10:00	Indonesian Service
11:00	Spanish Service: Spanish translation of Friday sermon delivered by Hadhrat Khalifatul Masih V on 2nd March 2007.
12:00	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News
13:00	Bengali Reply to Allegations: discussion programme replying to various allegations made against the Ahmadiyya Muslim Jama'at.
14:00	Friday Sermon: Rec. 11th January 2008.
15:10	Bustan-e-Waqfe Nau [R]
16:00	MTA Travel: Dubai Creek [R]
16:15	Learning Arabic: lesson no. 6 [R]
16:30	Huzoor's Tours [R]
17:20	Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 21st June 1996.
18:30	Arabic Service: Arabic discussion programme about the true concepts of Islam, hosted by Muhammad Sharif.
20:30	MTA International News Review
21:05	Bustan-e-Waqfe Nau [R]
21:55	MTA Travel: Dubai Creek [R]
22:15	Huzoor's Tours [R]
22:55	Learning Arabic: Lesson no. 6 [R]
23:20	Seerat-un-Nabi (saw)

Monday 14th January 2008

00:00	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA Jamaat News
01:00	Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Recorded on 18th February 1997.
02:10	Friday Sermon: rec. 11th January 2008.
03:15	Al Maaidah: a cookery programme
04:05	Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 21st June 1996.
05:20	Seerat-un-Nabi (saw)
06:00	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News
06:55	Bustan-e-Waqfe Nau Class held with Huzoor. Recorded on 4th March 2007.
08:00	Le Francais C'est Facile: lesson no. 79
08:25	Medical Matters
09:00	Rencontre Avec Les Francophones: A weekly studio sitting with French speaking friends with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Session no. 23, Recorded on 16/03/1998.
10:05	Indonesian Service
11:00	Ghazwat-e-Nabi (saw)
12:00	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News
12:55	Bangla Shomprochar
14:00	Friday Sermon: rec. 24/11/2006.
14:55	Bustan-e-Waqfe Nau [R]
15:50	Khilafat Seminar: seminar on the institution of Khilafat.
16:50	Rencontre Avec Les Francophones [R]
17:50	Medical Matters
18:30	Arabic Service
19:30	Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Recorded on 19th February 1997.
20:30	MTA International Jama'at News
21:05	Bustan-e-Waqfe Nau [R]
22:05	Friday Sermon [R]
22:55	Khilafat Seminar [R]

Tuesday 15th January 2008

00:00	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News Review
01:05	Le Francais C'est Facile: lesson no. 79
01:30	Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Recorded on 19th February 1997.
02:35	Friday Sermon: rec. 24th November 2006.
03:20	Rencontre Avec Les Francophones
04:20	Medical Matters
05:20	Khilafat Seminar
06:00	Tilaawat, Dars-e-Malfoozat & MTA News
07:00	Gulshan-e-Waqfe Nau (Atfal) with Huzoor recorded on 12th March 2006.
08:15	Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 24th June 1996.
09:00	Al Wassiyat
10:00	Indonesian Service
11:00	Sindhi Service
12:00	Tilaawat, Dars & MTA News
13:00	Bangla Schomprochar
14:00	Jalsa Salana Qadian 2003: Concluding address delivered by Hadhrat Khalifatul Masih V on 28th December 2003.
15:30	Al Wassiyat [R]
16:30	Gulshan-e-Waqfe Nau (Atfal) [R]
17:45	Question and Answer session [R]
18:30	Arabic Service
20:30	MTA International News Review Special
21:15	Al Wassiyat [R]
22:05	Gulshan-e-Waqfe Nau (Atfal) [R]
23:20	Jalsa Salana Qadian 2003 [R]

Wednesday 16th January 2008

00:00	Tilaawat, Dars & MTA News
01:35	Learning Arabic: lesson no. 7
01:55	Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Recorded on 24th February 1997.
03:05	Al Wassiyat
04:00	Question and Answer Session
04:45	Jalsa Salana Qadian 2003
06:00	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News Review
07:05	Gulshan-e-Waqfe Nau (Nasirat) Class with Huzoor, recorded on 12th December 2004.
08:05	Zikre Hadhrat Masih Maud (as) : discussion programme on the advent of the Promised Messiah (as) as mentioned in the Holy Qur'an.
08:40	Ken Harris Oil Painting: learning how to paint an Oil painting.
09:05	Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 24th June 1996. Part 2.
09:55	Indonesian Service
10:55	Swahili Muzakarah
12:00	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News
13:05	Bangla Shomprochar
14:05	From the Archives: Friday sermon delivered by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra), recorded on 3rd May 1985.
15:40	Jalsa Salana Speeches: speech delivered by Sahibzada Mirza Muzaffar Ahmad on the occasion of Jalsa Salana UK 1986.
16:35	Gulshan-e-Waqfe Nau (Nasirat) [R]
17:40	Question and Answer session [R]
18:30	Arabic Service
19:35	Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Recorded on 25th February 1997.
20:45	MTA International Jamaat News
21:25	Gulshan-e-Waqfe Nau (Nasirat) [R]
22:35	Jalsa Salana UK 1986 [R]
23:30	Ken Harris Oil Painting [R]

Thursday 17th January 2008

00:00	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News Review
00:55	Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Session no. 253, recorded on 25th February 1997.
02:00	Interview: an interview with Yousef Usman
03:00	From the Archives: Friday sermon delivered by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra), recorded on 3rd May 1985.
04:30	Husn-e-Biyan: Quiz Programme
05:00	Jalsa Salana Speeches: speech delivered by Sahibzada Mirza Muzaffar Ahmad on the occasion of Jalsa Salana UK 1986.
06:00	Tilaawat, Dars-e-Malfoozat & MTA News
06:55	Children's Class with Huzoor, recorded on 5th February 2005.
07:55	English Mulaqa'at: A question and answer session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra) and English speaking friends. Recorded on 23rd April 1994.
09:00	The Inside Story of 1953: discussion programme hosted by Syed Hameedullah Nusrat Pasha wityh guests Dabeer Ahmad Peer and Mirza Sultan Ahmad.
10:00	Indonesian Service
11:00	Friday Sermon: recorded on 27th May 2005.
12:05	Tilaawat & MTA News
13:00	Bangla Shomprochar: Friday Sermon delivered on 11th January 2008.
14:00	Tarjamatul Qur'an Class: In depth explanation of Qur'anic verses by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 15th October 1997.
15:05	English Mulaqa'at [R]
16:10	Inside Story of 1953 [R]
17:15	Al Maaidah
17:25	Friday Sermon: delivered on 27/05/05. [R]
18:30	Live Arabic Service: Arabic discussion programme, hosted by Muhammad Sharif.
20:30	MTA Interntional News Review
21:00	Tarjamatul Qur'an Class: rec. 15/10/1997.
22:05	Inside Story of 1953[R]
23:05	Childrens class with Huzoor, recorded on 5th February 2005.

***Please note MTA2 will be showing French service & German service at 16:00 GMT & 17:00 GMT**

Translations for Huzoor's Programmes are available.
Prepared by the MTA Scheduling Department.

Al Fazl International Weekly, London

22 DEER PARK ROAD, LONDON SW19 3TL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@alislam.org

Vol 15 | Friday 04 January, 2008 | Issue No. 01

حاصل مطالعہ

دوست محمد شاھد۔ مؤرخ احمدیت

احراری، دیو بندی شریعت میں مذہبی بغاوت کارِثواب ہے

تحقیقاتی عدالت (برائے فسادات 1953ء) کے فاضل ججان عزت مآب جسٹس منیر وجناب جسٹس کیانی کی مطبوعہ رپورٹ:۔

''موجودہ شورش ہی کے دوران میں احراری اخبار'' آزاد'' کے دو پرچوں میں (7/دسمبر اور 16/دسمبر 1952ء) دو تقریریں درج ہوئی ہیں ۔ایک حافظ قمرالدین سجادہ نشین سیال شریف کی۔ اور دوسری قاضی احسان احمد شجاع آبادی کی ۔ **جن میں نہ صرف مذہبی بغاوت کو جائز بلکہ کارِثواب قرار دیا گیا۔**

جہاں تک احراریوں کا تعلق ہے انہوں نے اپنے سیاسی مقاصد کے لئے مذہب کا مسلسل استعمال کیا ہے۔ انہوں نے...... مسلم لیگ اور پاکستان کی مخالفت کی تو وہ بھی مذہبی بنا پر کی۔ مولانا مظہر علی اظہر نے 19/ستمبر 1945ء کو امرتسر میں ایک بیان دیا کہ مسلم لیگ کا نعرہ پاکستان محض ایک سٹنٹ ہے اور مَیں نہ مسٹر جناح کو قائد اعظم مانتا ہوں نہ مسلم لیگ کو مسلمانوں کی نمائندہ تسلیم کرتا ہوں کیونکہ مسٹر جناح کی زندگی غیر اسلامی ہے۔ انہوں نے لوگوں سے اپیل کی کہ پاکستان کے نعروں سے گمراہ نہ ہوں اور آئندہ الیکشن میں ان لوگوں کو ووٹ دیں جو جمہور کی خدمت کررہے ہیں۔'' ملاپ'' (لاہور) نے اپنی اشاعت مورخہ 27/دسمبر 1945ء میں احراری لیڈر امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی ایک تقریر شائع کی جو انہوں نے علی پور کی احرار کانفرنس میں کی تھی۔ اس تقریر میں امیر شریعت نے ڈنکے کی چوٹ یہ اعلان کیا کہ مسلم لیگ کے لیڈر'' بےعملوں کی ٹولی'' ہیں جنہیں اپنی عاقبت بھی یاد نہیں اور جو دوسروں کی عاقبت بھی خراب کر رہے ہیں۔ اور وہ جس مملکت کی تخلیق کرنا چاہتے ہیں وہ پاکستان نہیں بلکہ'' خاکستان'' ہے۔ اسی رہبر محترم نے پسرور میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اب تک کسی ماں نے ایسا بچہ نہیں جنا جو پاکستان کی'' پ'' بھی بنا سکے (حوالہ استقلال نمبر روزنامہ جدید نظام 1950ء) چوہدری افضل حق احراری لیڈر نے مسلم لیگ کے تصورِ پاکستان کے خلاف بہت سی طنزیہ اور توہین آمیز باتیں کہیں جو'' خطبات احرار'' کے صفحات 83,82,41 اور 99 پر درج ہیں۔ مولوی محمد علی جالندھری نے 15/فروری 1953ء کو لاہور میں تقریر کرتے ہوئے اعتراف کیا کہ احرار پاکستان کے مخالف تھے۔ اوران کے عقیدے کی وجوہ عنقریب لوگوں پر ظاہر ہوجائیں گی۔ اس مقرر نے تقسیم سے پہلے اور تقسیم کے بعد بھی پاکستان کے لئے'' پلیدستان'' کا لفظ استعمال کیا اور ہمارے سامنے کیپٹن عبدالحیٔ کی جو شہادت پیش ہوئی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ فسادات کے دوران احراری لیڈر امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے لاہور میں جو تقریریں کیں ان میں سے ایک تقریر میں انہوں نے کہا کہ پاکستان ایک بازاری عورت ہے جس کو احرار نے مجبوراً قبول کیا ہے۔

تقسیم کے موقع پر احراری ایک دل شکستہ اور مایوس جماعت کی حیثیت میں پاکستان آئے ۔ بعض احراری لیڈر وہیں رہ گئے اور'' زمیندار'' مورخہ 15/جنوری 1948ء کی شائع کردہ ایک رپورٹ کے رُو سے آل انڈیا مجلس احرار نے ایک قرار داد منظور کی جس میں قرار دیا گیا کہ آج احراری تنظیم ختم کی جاتی ہے کیونکہ ہندوستان میں کانگرس کے سوا کسی دوسری سیاسی تنظیم کا وجود مناسب نہیں ۔ اس قرار داد میں مسلمانوں کو مشورہ دیا گیا تھا کہ کانگرس میں شامل ہو جائیں اور مولانا ابوالکلام آزاد کی قیادت کو تسلیم کرلیں۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ ان کی آئندہ سرگرمیاں خدمت خلق تک محدود رہیں گی اور مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنے مذہبی حقوق کی حفاظت کے لئے جمعیۃ العلماء کی تنظیم میں شامل ہوجائیں۔ پاکستان میں وہ کچھ مدت تک خاموش رہے اور اپنے لئے کوئی نیا نظریہ سوچنے کی کوشش کرتے رہے ۔ انہوں نے بار بار کہا کہ وہ سیاست سے دستبردار نہیں ہوئے اور ان کا ارادہ ہے کہ پاکستان میں حزب الاختلاف کی شکل اختیار کریں ۔ (حوالہ'' آزاد'' 26/دسمبر 1950ء و 27/مئی 1952ء اور تعمیر نو 5/دسمبر 1949ء)''۔

(رپورٹ صفحہ 274-275)

✿✿✿✿✿✿✿

پاکستان میں خون مسلم کی ارزانی

معروف کالم نویس جناب حمید اختر کے حقیقت افروز مقالے کے چند اقتباسات:

'' منگل 17/جولائی کی شام اسلام آباد کچہری میں جس طرح انسانی خون بہایا گیا اور چیف جسٹس آف پاکستان کی تقریر کے لئے سجائے سٹیج کے سامنے خون مسلم کی ارزانی کے جو مناظر دیکھنے میں آئے وہ ہم سب کے لئے یقیناً عبرت کا سامان ہیں۔ دشمنوں کے لئے یہ یقیناً خوشی کا موقعہ ہوگا کہ وہ جو کچھ نہ کرسکے ہم خود اپنے ہاتھوں سے کررہے ہیں۔

یہ امر بھی یقینی ہے کہ خودکش حملہ آور یا اسے جنت کا ٹکٹ دے کر موقعہ واردات پر بھیجنے والوں کا مقصد مشرف حکومت کی مخالفت نہیں بلکہ خالص خونریزی تھا۔ یہ وہ ڈریکولا ہیں جس کی خوراک صرف انسانی خون ہے۔......

ڈسٹرکٹ بار اسلام آباد میں چیف جسٹس آف پاکستان کے خطاب کے لئے تیار کی جانے والی جلسہ گاہ میں جدال وقتال کی اس مذموم کوشش کے علاوہ بھی وطن مالوف میں لاقانونیت، انارکی اور انسانی خون بہانے کی وارداتوں میں مسلسل اضافہ ملک کے ہر باشعور اور ذمہ دار شہری کے لئے لمحۂ فکریہ کی حیثیت رکھتا ہے............

لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے خلاف کارروائی کے بعد سے منگل 17/جولائی تک فوج اور پولیس اہلکاروں سمیت 137 افراد کو خودکش حملوں اور بم دھماکوں کے ذریعہ لقمۂ اجل بنایا جاچکا ہے۔ یہ بڑھ کر اب ڈیڑھ سو سے بھی زیادہ ہوچکی ہے اور زخمیوں کی تعداد ساڑھے تین سو کے قریب ہے اوران چند ہی دنوں میں پاکستان کے طول وعرض میں دہشت گردی کے کم ازکم 22 واقعات ہوچکے ہیں۔ ان سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حالات کس رخ پر جارہے ہیں اور آنے والے دنوں میں اور کیا کچھ ہونے والا ہے۔

............بیشتر لوگ اس صورت حال کی ذمہ داری حکومت پر ڈال کر اپنے طور پر اس سے لاتعلقی کا رویہ اختیار کررہے ہیں ۔حکومت پر ذمہ داری کا الزام بجا مگر دیگر عوامل کو نظر انداز کرنا یا عام لوگوں کا واقعات سے لاتعلق رہنا کسی طور بھی درست نہیں ہے کیونکہ خطرے کی زد میں اب پرویز مشرف کی حکومت نہیں بلکہ پاکستان کا وجود ہے۔ **حیرت ہے کہ ایک باہر کے آدمی الظواہری کے بیان پر ملک بھر میں قتل وغارت گری کا سلسلہ شروع ہوگیا ہے ہم انگریزی زبان میں شائع ہونے والے ایک معاصر کی یہ رائے دہرانے میں حق بجانب ہوں گے کہ اس سے پوچھا جائے کہ اس نے غارت گری کا یہ سلسلہ شروع کرکے اسلام کی کونسی خدمت انجام دی ہے** اور یہ کہ وہ اپنے وطن واپس کیوں نہیں جاتا جہاں جو جی چاہے کرسکتا ہے۔ پاکستان میں فتنہ وفساد پھیلانے اور خون مسلم کی ارزانی کا سامان پیدا کرنے کا اسے حق کس نے دیا ہے؟ ہم اس رائے سے سو فیصدی متفق ہیں کہ **خودکش دھماکوں میں اپنے آپ کو اڑانے والوں کا جرم نسبتاً کم ہے، اصل مجرم وہ ہیں جو معصوم لوگوں کی برین واشنگ کرکے انہیں ایسے قبیح اقدامات کے لئے تیار کرتے ہیں''۔**

(روزنامہ "ایکسپریس" فیصل آباد 20/جولائی 2007ء صفحہ 12)

✿✿✿✿✿✿✿

عاجزانہ دعا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں درگاہ عالی میں عاجزانہ دعا ہے ؎

ڈوبنے کو ہے یہ کشتی آمیرے اے ناخدا
آگیا اس قوم پر وقت خزاں اندر بہار
تیرے ہاتھوں سے مرے پیارے اگر کچھ ہو تو ہو
ورنہ فتنہ کا قدم بڑھتا ہے ہر دم سیل وار

✿✿✿✿✿✿✿

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی اپنے محبوب وطن پاکستان کے لئے دعا اور جلالی پیشگوئی

(سالانہ جلسہ یوکے 1989ء کے موقع پر
حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے کلام میں سے چند اشعار)

سورج ہی نہیں ڈوبا اِک شب سب چاند تارے ڈوب گئے
بحرِ ظُلمات کی طغیانی میں نُور کے دھارے ڈوب گئے
وہ نفرت کا طوفان اٹّھا۔ ہر شہر سے امن وامان اٹھا
جَلبِ زَر کا شیطان اٹّھا۔ مفلس کے سہارے ڈوب گئے
اے قوم ترا حافظ ہو خدا ۔ٹالے سر سے ہر ایک بلا
تا حدّ نظر سیل عصیاں۔ ہر سمت کنارے ڈوب گئے
بے کس بے بس کیا دیکھ رہی ہے اب چشمِ حیرانِ وطن
اے دیس سے آنے والے بتا کس حال میں ہیں یارانِ وطن

اُس رحمتِ عالَم ابر کرم کے یہ کیسے متوالے ہیں
وہ آگ بجھانے آیا تھا ۔ یہ آگ لگانے والے ہیں
وہ والی تھا مسکینوں کا ۔ بیواؤں اور یتیموں کا
یہ ماؤں بہنوں کے سر کی چادر کو جلانے والے ہیں
وہ جُود و سخا کا شہزادہ تھا بھوک مٹانے آیا تھا
یہ بھوکوں کے ہاتھوں کی روٹی چھین کے کھانے والے ہیں
یہ زر کے پجاری بیچنے والے ہیں دین و ایمانِ وطن
اے دیس سے آنے والے بتا کس حال میں ہیں یارانِ وطن

ظالم مت بھولیں بالآخر مظلوم کی باری آئے گی
مکاّروں پر مکر کی ہر بازی اُلٹائی جائے گی
پتھر کی لکیر ہے یہ تقدیر ۔مٹا دیکھو گر ہمّت ہے
یا ظلم مٹے گا دھرتی سے یا دھرتی خود مٹ جائے گی
ہر مکر انہی پر اُلٹے گا ۔ ہر بات مخالف جائے گی
بالآخر میرے مَولا کی تقدیر ہی غالب آئے گی
جیتیں گے ملائک۔ خائب وخاسر ہوگا ہر شیطانِ وطن
اے دیس سے آنے والے بتا کس حال میں ہیں یارانِ وطن

اک روز تمہارے سینوں پر بھی وقت چلائے گا آرا
ٹوٹیں گے مان تکبّر کے بکھریں گے بدن پارہ پارہ
مظلوموں کی آہوں کا دُھواں ظالم کے اُفق کجلا دے گا
نمرود جلائے جائیں گے دیکھے گا فلک یہ نظارہ
کیا حال تمہارا ہوگا جب شدّاد ملائک آئیں گے
سب ٹھاٹھ دھرے رہ جائیں گے جب لاد چلے گا بنجارا
ظالم ہوں گے رسوائے جہاں۔ مظلوم بنیں گے آنِ وطن
اے دیس سے آنے والے بتا کس حال میں ہیں یارانِ وطن

✿✿✿✿✿✿✿✿

**الفضل انٹرنیشنل میں
اشتہار دے کر
اپنی تجارت کو فروغ دیں۔**
(مینیجر)